سیرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور اُن کے

دلچسپ واقعات

حضرت امیر معاویہؓ کی سیرت و کردار کے اُجلے نقوش، خاندانی و نسبی پس منظر
خِدمات و کارہائے نمایاں اور سو دلچسپ واقعات پر مشتمل دلچسپ کتاب

مؤلف
مولانا محمد ظفر اقبال

بیتُ العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳


بیت العلوم
قرآن مجید اور اسلامی کتابوں کا مرکز

سیرتِ سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور اُن کے

دلچسپ واقعات

حضرت امیر معاویہؓ کی سیرت و کردار کے اُجلے نقوش، خاندانی ونسبی پس منظر
خدمات و کارہائے نمایاں اور سو دلچسپ واقعات پر مشتمل دلچسپ کتاب

بدعا:
استاذ العلماء، نمونۂ اسلاف
حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مدظلہ

پسند فرمودہ:
متکلم اسلام، خطیب العلماء
حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ

مؤلف
مولانا حافظ محمد ظفر اقبال
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب: سیرت سیدنا امیر معاویہؓ اوران کے دلچسپ واقعات
مولف: مولانا محمد ظفر
باہتمام: مولانا محمد ناظم اشرف
ناشر: بیت العلوم ۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبرا
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبرا
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

متکلم اسلام، خطیب العلماء حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبین وحی میں شامل تھے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتے میں ان کے بہنوئی لگتے تھے اور شرفِ صحابیت انہیں ایمان قبول کرتے ہی حاصل ہو گیا تھا، اس موقع پر ایک نکتہ میرے ذہن میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے برادر حقیقی کی اتنی خیر خواہی کی کہ ان کے لئے نبوت کی درخواست بارگاہ الٰہی میں پیش کر دی اور اسے شرف قبولیت مل گیا۔

اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے برادر نسبتی کے لئے ہدایت ''کیونکہ بابِ نبوت تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی بند ہو گیا تھا'' کی دعاء کی، اللہ نے اس کی ظاہری قبولیت کی صورت یوں بنا دی کہ انہیں ''کاتبین وحی'' کی فہرست میں شامل کر دیا کہ کاتبِ وحی وہی ہو سکتا ہے جو ہادی و مہدی ہو۔

مجھے دلی خوشی ہوئی کہ عزیزم مولوی محمد ظفر سلمہ نے اپنی اس کتاب میں ''سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کی سیرت کے ان اجلے اور روشن واقعات و حالات کو جمع کیا ہے جس پر عام طور سے تعصب و عناد کی دبیز تہیں جمی رہتی ہیں، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات اور سب و شتم کی بوچھاڑ چہار اطراف سے سننے میں آتی رہتی ہے، اس تناظر میں مجھے یہ کتاب بہت پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ عزیز مذکور کی اس علمی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے اور مجھے بھی، میرے بچوں کو بھی اور میرے تمام شاگردوں اور دوست احباب بلکہ سارے مسلمانوں کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت کا تعلق نصیب فرمائے۔ آمین

احقر عبد الرحمٰن اشرفی

﴿کلماتِ دعائیہ﴾

بحر العلوم، یادگار اسلاف، استاذ العلماء

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

هذه المقالة من مولانا محمد ظفر اعز اللّٰه اياه،

موجبات، سالبات، رائعات، صادقات، جزى اللّٰه اياه

محمد يعقوب اللهم اغفر له

بنیادی طور پر حضرت الاستاذ کی یہ تحریر راقم کی ایک دوسری کتاب کے لئے تھی، برکت کے لئے اس کتاب کا حصہ بھی بنایا جا رہا ہے، حضرت کی اس تحریر کا اردو جامہ اور قالب ''گوکہ ناکارہ اس کے صحیح مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا'' یوں ہوگا۔

مولانا محمد ظفر ''اللہ انہیں خوب عزتیں عطاء فرمائے'' کا تحریر کردہ یہ مقالہ اپنے اندر کئی خوبیاں رکھتا ہے مثلاً مسلک حق کی ترجمانی کرتے ہوئے اس رسالے میں عقیدۂ اسلاف کے مطابق کچھ چیزوں کا اثبات کیا گیا ہے، بعض غلط نظریات کی تحقیق کرتے ہوئے ان کی تردید کی ہے، طرز تحریر عمدہ اور خود تحریر مبنی بر صداقت ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اسکی جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین

محمد يعقوب اللهم اغفر له

﴿کلمات بابرکات﴾

یادگار اسلاف حضرت مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ

خطیب مرکزی جامع مسجد نئی انارکلی، مرکزی رہنما جمعیت علماء اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حامداً و مصلیا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

﴿اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم﴾

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، پس تم ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔''

اس حدیث مبارکہ سے علماء نے جہاں اور بہت سی باتیں مستنبط کی ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جاں نثار صحابہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں، اب ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر یا ان میں سے کسی ایک پر لب کشائی کرنا خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔

زیر نظر کتاب میں جن صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور محاسن و مناقب پر قلم اٹھایا گیا ہے، آج کل ان پر فرنگی ملعون کی چال بازیوں کی بدولت سب سے زیادہ لب کشائی کی جا رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ موصوف مولانا محمد ظفر عفی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان مبارکہ میں کتاب لکھ کر نہ صرف امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام پر احسان کیا ہے بلکہ اپنے لیے بھی خدائے لم یزل کے یہاں بخشش اور مغفرت کے لیے پورا پورا بندوبست کر لیا ہے۔

اللہ رب العزت راقم موصوف کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین

خادم القرآن

میاں عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

عام طور پر دو ہی چیزوں کی خوبی، بھلائی، بہتری اور عمدگی کو معیارِ فضیلت سمجھا جاتا ہے اور اس پر کسی شخصیت کو جاننے اور جانچنے کا پیمانہ مقرر کیا جاتا ہے یعنی علم اور عمل لیکن ایک تیسری چیز جو ان دونوں سے بہت آگے اور بڑھ کر ہے، وہ ہے مصاحبت، ہم نشینی یعنی صحبت اور اسی سے لفظ صحابی سامنے آیا ہے۔ یعنی جس کے علم و عمل پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم نشینی کی مہر تصدیق ثبت ہو تو پھر اس کے اعزاز و اکرام میں بارگاہِ خداوندی سے یہ انعام ملتا ہے۔

"کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی[1]"، یعنی اللہ نے تمام کی تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے خیر و خوبی، بہتری اور بھلائی کا وعدہ فرمالیا ہے۔

لہٰذا اب زمان و مکان کی تمام تر حدود و قیود سے بالاتر ہو کر ہر ہر صحابی رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا اونچا اور عظیم المرتبت ہے کہ عام امتی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔



جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں فتح مکہ سے قبل اور بعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مقام و مرتبے کے لحاظ سے فرق ہے، لیکن یہ فرق اللہ کی نظر میں ہو تو ہو، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نئے اور پرانے کا فرق نہیں فرمایا اور یہ سیرت مبارکہ کا انتہائی نازک اور اہم ترین باب ہے۔

مقامات، مراتب، شان و شوکت کا تفاوت یقیناً موجود ہے، لیکن نتائج صحبت، ثمرات ایمان، فیضِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول، اور منزلِ حق کے وصول میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔

لہٰذا کسی بھی شخصیت کو زمان و مکان، قبل و بعد کی بھول بھلیوں میں الجھا کر داغدار کرنے کی کوشش کرنا بالکل بے کار اور بے سود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں۔

"اولئک عنہا مُبعَدون"، یعنی کل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگ سے دور کر دیا گیا ہے، چھونا، لگنا تو درکنار انہیں مجلس نبوۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے نارِ جہنم سے دور کر دیا گیا ہے، اگر نارِ جہنم سے بچانا مقصود نہ ہوتا تو پھر صحبتِ نبوۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض بار و فیض یاب

ہی کیوں کیا جاتا؟



باغ میں جب بہار آتی ہے تو چند شگوفے ابتداءِ گلِ گلزار بن کر نظر کو خوش منظر اور مشامِ جاں کو معطر کر دیتے ہیں، جب کہ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بہار کے آخری دنوں میں مہک کر اور چٹک کر باغ کو رونق دیتے ہیں، لیکن ہوتے دونوں ہی باغ اور بہار کا حصہ ہیں، بالکل اسی طرح جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے پھولوں نے گلستانِ نبوۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا لالہ زار بنایا کہ رہتی دنیا تک ایک مثال قائم ہو سکے، اب کچھ وہ تھے جو آغاز ہی میں حصہ چمن بن کر زینتِ صحن بن گئے، اور کچھ وہ تھے جو آخری قطاروں میں باادب کھڑے ہو کر حفاظتِ چمن اور نگرانی صحن کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بہار سب پر آئی، محروم کوئی نہ رہا۔



حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے انہی افراد میں شامل ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر نورِ اسلام سے مکمل طور پر آشنا ہوئے گو کہ محبتِ ایمان قلب میں موجود تھی لیکن اس محبت کا اظہار اس موقع پر بدرجہ کمال سامنے آیا۔

اس بات کو بنیاد بنا کر کبھی تحقیق وتنقید کے عنوان سے، کبھی تاریخ دانی اور تاریخ بینی کے پردے میں، کبھی نام نہاد تفسیری موشگافیوں کی آڑ میں، کبھی چند واقعات، پر از خرافات کا بودا اور کمزور سہارا لے کر اس عظیم شخصیت کو داغدار کرنے کی ہر ممکن سعی کی گئی، دولت اور تعصب کے سائے میں پلنے والی تاریک تاریخ کے زہریلے نیزوں سے، اس عظیم شخصیت کو مجروح کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا گیا۔

اور اس ساری مہم کا اثر بھی ہوا، اور وہ یوں کہ خود اہلسنت والجماعت کے یہاں بھی یہ نام اجنبی، اوپرا اور بیگانہ سا محسوس ہونے لگا۔

اللہ جزاء خیر عطا فرمائے ابن امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، مورخِ اسلام، ادیب امت، خطیب ملت حضرت مولانا سید ابوذر حسنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جنہوں نے ۱۹۶۲ء میں سب سے پہلے یوم معاویہ رضی اللہ عنہ منانے کا فیصلہ فرمایا اور یوں اس معاملے پر ملکی سطح پر یہ پہلی کوشش

وکاوش ثابت ہوئی، اور اسی طرح علمی، تحقیقی طور پر شیخ الاسلام مفتی اعظم فقیہہ ملت حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق'' تحریر فرما کر امت پر جو احسان فرمایا اس کی جزاء خیر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے شایانِ شان عطا فرمائے، (آمین)

ان دونوں حضرات کی محنت وکاوش سے تاریخ اسلام کی اس مظلوم ترین شخصیت کے صحیح، سچے اور سچے کردار کو جاننے کا موقع مل سکا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سمجھنے میں اصل غلطی یہ ہوئی کہ انہیں ایک تاریخی شخصیت سمجھ لیا گیا، انہیں اورنگزیب، اکبر، جہانگیر اور دوسرے بادشاہوں کی طرح سمجھ کر جاننے کی کوشش کی گئی اور یہی اصل غلطی کی بنیاد ہے۔

دراصل حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، تاریخی شخصیت نہیں بلکہ قرآنی اور حدیثی شخصیت ہیں ان کے کردار وعمل کو تاریخ کے تاریک روشندانوں سے دیکھنے والا منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتا، ان کے اجلے اور بے داغ کردار کو دیکھنا ہے تو قرآن وحدیث کے اجلے نور کی دودھیا روشنی میں دیکھنے سے صحیح منزل اور صراطِ مستقیم کا پتہ معلوم ہوسکتا ہے اور بقول امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان جانچنے کی کسوٹی ہیں اگر ان کے ایمان اور کردار وعمل میں شک شبہ ہوگا پھر سارا معاملہ گڑبڑ ہوگا لہٰذا ہر شخص اس کسوٹی پر کس لگا کر دیکھ لے۔''



ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم ترین خوبی یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال کے جوہر شناس تھے جس شخصیت کا جو کام ہوتا اسے وہیں مقرر فرماتے، تاکہ صلاحیتیں زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوسکیں اور مردم شناسی میں جہاں علم وحفظ کی دولت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں، فقہ کی عظمت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں، تفسیر کی نعمت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میں، شانِ کج کلاہی حضرت خالد، سعد، ابوعبیدہ اور ابن عاص رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمائی، وہیں سیاست اور جہاں بانی کے آداب بدرجہ کمال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں نظر آتے

ہیں۔

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وطنز، اعتراض وشتم، کسی اور پر نہیں براہِ راست انتخابِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اعتراض ہوگا کیونکہ یہ شعبہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے انہیں عطا فرمایا تھا۔



زیرِ نظر مجموعہ میرے انتہائی عزیز، شاگردِ رشید فاضل نوجوان صاحب دل اور صاحب درد مولانا حافظ قاری محمد ظفر اقبال سلمہ فاضل ومدرس جامعہ اشرفیہ نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے ترتیب دیا ہے، اس فاضل ہونہار نے انتہائی کم عمری میں ترقی کی کئی منازل کو باآسانی طے کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقیات بلا آفات وبلیات عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہ سے مکمل کامل محبت اور وابستگی عطا فرمائے۔

اور بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ''شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر دنیا کی اور کوئی نیکی نہیں اور یہ یقیناً ایمان ہونا چاہئے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قطعاً، یقیناً جنتی اور ناجی ہیں۔'' (بحوالہ عبقات از علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ)

تاریخ اسلام کی تین مظلوم شخصیات ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ۔

اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کو دیگر دو شخصیات کی ترجمانی اور دفاع کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سمیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت اور شان وشوکت کو تاریخ یوں سلام پیش کرتی نظر آتی ہے۔

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحراء نشین کیا تھے
جہاں بانی و جہاں گیر و جہاں دار و جہاں آراء
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فزوں تر ہے وہ نظارا



اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف، ناشرین اور معاونین سب کو جزاء خیر عطا فرمائے اور ہمارے ذہنوں پر پڑے غفلت کے پردوں کو دور فرمائے اور ہمیں اپنے دینی راہبروں کی صحیح واقفیت اور معرفت عطا فرمائے۔ (آمین)

محتاج دعا بے انتہاء
بندہ فقیر محمد کفیل عفی عنہ
مدرس جامعہ اشرفیہ
۴ شوال ۱۴۲۷ھ
بمطابق ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۶ء ہفتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

حمد و ثناء اس ذات بے ہمتا کا خاصہ ہے جس نے مجھ حقیر سمیت کائنات کے ذرے ذرے کو عدم سے وجود بخشا

اور

صلوۃ وسلام اس ذات والا صفات کا تحفہ ہے جس کی امت میں مجھ سے گنہگار بھی امیدوار شفاعت ہیں۔

انسانی ذہن کی بلندی، سوچ کی تدریج اور فکر کا ارتقاء اگر تقدیر الٰہی سے ہم آہنگ ہو جائے تو انسان اپنے آپ کو بڑا کامیاب، نصیبہ ور اور بخت آور سمجھنے لگتا ہے اور اگر یہی چیزیں اپنے فطری اور طبعی ارتقاء کے باوجود تقدیر الٰہی کے سامنے سرنگوں ہو جائیں تو عابد اور معبود، خالق اور مخلوق، ساجد اور مسجود، طالب اور مطلوب، حامد اور محمود، قادر اور مقدور کا فرق واضح ہونے میں دیر نہیں لگتی اور شاید یہی وہ چیز ہے جسے مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فصیح و بلیغ جملے میں ادا فرمایا تھا۔

"عرفت ربی بفسخ العزائم"

☆.......☆.......☆

انسان کی ذاتی یا صفاتی خوبیوں اور کمالات سے قطع نظر صرف اس کی انسانیت ہی اتنی محترم و مقدس صفت ہے کہ جس سے دوسرے حیوانات اور انسان میں امتیاز کیساتھ ساتھ شرافت، دیانت، امانت، شجاعت، غیرت اور دیگر مکارم اخلاق کا بھی ایک حقیقی تصور ابھرتا ہے۔ تاہم اتنی بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ انسانیت میں اس اتحاد کے باوجود شخصیات میں اتحاد تلاش کرنا یا اس کی کوشش کرنا ایک بے کار کام ہے کیونکہ شخصیت ہر انسان

کی جدا ہوتی ہے، انسانیت اپنی جنس کا صرف فرد واحد ہے۔



تاریخ وعہد صحابہ میں جتنی شخصیات بھی ہمارے سامنے آتی ہیں، ہر شخصیت ایسے گونا گوں فضائل کی حامل دکھائی دیتی ہے کہ ذرا نظر کو گہرا کرنے سے وہ اپنی مثال آپ ہی دکھائی دیتی ہے، ہر شخصیت ایک ایسا روشن ستارہ محسوس ہوتی ہے جس سے ساری دنیا کے مسافر ہدایت ورہنمائی حاصل کرسکیں، اور ہر شخصیت میں وہ جاذبیت اور کشش دکھائی دیتی ہے جسے کسی اور میں تلاش کرنے کی طرف انسانی ذہن متوجہ ہوتا ہے اور نہ ہی ہونا چاہئے۔



انسان اور افراط وتفریط لازم وملزوم چیزوں کے دو نام ہیں یہی وجہ ہے کہ افراط و تفریط انسانوں ہی میں ہے اور انسان ہی افراط وتفریط کا شکار ہوتے ہیں، اس تلازم کا اظہار کبھی تحریر پر ہوتا ہے اور کبھی تقریر پر، کبھی نظم پر اور کبھی نثر پر، کبھی قلم پر اور کبھی قدم پر، کبھی شخصیات پر اور کبھی لسانیات پر، یہیں سے پھر مظلوم اور محبوب کی تفریق پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر ہم کسی شخصیت کے بارے افراط میں مبتلا ہوں تو وہ شخصیت کسی اور رخ میں ہمارے سامنے آتی ہے اور اگر ہم کسی شخصیت کے بارے تفریط کا شکار ہوں تو اس کی شخصیت کا کوئی اور رخ نگاہوں میں گھومتا ہے اور تاریخ نے ہمیں دونوں طرح کی شخصیات کی تصویریں دکھائی ہیں۔



سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام میں اگر ''مظلوم صحابہ'' کے لقب سے پکارے جائیں تو شاید یہ اس اعتبار سے صحیح ہوگا کہ ان کے زمانہ حیات وخلافت سے لیکر آج تک ان کی ''کسر شان'' کا فریضہ انجام دینے والے بڑی تندہی سے تکمیل فرائض میں مصروف ہیں، گو کہ انہیں بارگاہ الوہیت سے اس پر ثواب ملنے کی تو امید بھی نہیں رکھنی چاہئے البتہ اپنے انجام کی فکر لاحق ہو جانا ''حیات ایمانی'' کی دلیل ہے۔



شعبان کی ان پر کیف ساعتوں میں ''جبکہ رمضان المبارک کا آغاز ہونے میں صرف تین یا چار دن باقی ہیں''، تکمیل کتاب کا احساس تو پر کیف لگ ہی رہا تھا، اس جملے نے جذب و مستی میں اضافے کیلئے شراب طہور کا کام کیا، آپ بھی محظوظ ہوں۔

''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے راستے میں بیٹھ جاؤں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے سم کا غبار مجھ پر پڑ جائے تو میں اسے اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتا ہوں۔'' (عبقات ج۲ ص۵۲)



تحقیق کے معیار پر اس کتاب کا کیا، ناکارہ راقم الحروف کی کسی بھی خامہ فرسائی کا پورا اترنا کسی خوش فہمی سے زیادہ نہیں ''جس میں الحمدللہ یہ ناکارہ اب تک مبتلا نہیں ہوا'' تاہم حوالہ جات سے متعلق عرض یہ ہے کہ کہیں کہیں متعلقہ کتاب میں درج عربی عبارت کا ترجمہ بعینہ لے لیا گیا ہے اور کہیں اپنے کیے ہوئے ترجمے کو استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض مقامات پر عبارت کا ثقل دور کرنے کیلئے یا اسے اپنی ناقص دانست کے مطابق مزید مضبوط کرنے کیلئے بھی کچھ ترامیم کی گئیں، لیکن ایسا الحمدللہ کہیں بھی نہیں ہوا کہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہو اور متعلقہ مضمون یا اس کا مفہوم اصل کتاب میں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف اور ناشر محترم دونوں کے حق میں خیر و برکت کا ذریعہ بنائیں، نافع اور مقبول فرمائیں اور معاونین و شائقین کو اجر جزیل سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

محمد ظفر

۲۶ شعبان ۱۴۲۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پس منظر

صفحات تاریخ جو الٹنے کیلئے بیٹھا تو ایک ایسی ہمہ گیر، جامع صفات اور مجمع کمالات ومحاسن شخصیت کے تذکرے پر پہنچ کر ذہن وقلم نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا جس میں اخلاق حسنہ کی جامعیت اور اخلاق رذیلہ سے مانعیت اپنی مثال آپ تھی، جو ایک طرف فاتح عالم تھا اور دوسری طرف کاتبِ وحی کا سہرا اسے مزین کر رہا تھا، جو ایک طرف اشاعت اسلام کا مینارۂ نور تھا اور دوسری طرف مخدوم وسرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سسرالی رشتہ دار تھا، جو ایک طرف خطابت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا اور دوسری طرف سیاست وحکمرانی میں ضرب المثل، جو ایک طرف بحری وبری جہاد میں اپنے دشمنوں کیلئے خوف بن چکا تھا اور دوسری طرف وہ خود خوف قیامت سے مغلوب رہتا تھا۔

یہ اور اس قسم کی بہت سی صفات جب ذہن میں کسی حسین منظر کی طرح چل رہی تھیں تو بار بار لوح ذہن پر ایک ہی نام ابھرتا تھا ''سیدنا امیر معاویہ'' سب کہہ دیجئے ''رضی اللہ عنہ وارضاہ''



پھر اچانک تصویر کا ایک دوسرا رخ میری نگاہوں میں گھومنے لگا جو پہلے رخ کے بالکل برعکس انتہائی خطرناک اور ہولناک تھا، اس کے تصور نے ہی میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے، جسم کانپنا شروع ہوگیا، زبان پر لرزہ طاری ہوگیا اور خوف کے بادل اپنے ذہن پر منڈلاتے ہوئے محسوس ہوئے۔ ایسا لگتا تھا کہ تاریخ صحابہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کوئی مظلوم ترین ایسی شخصیت گزری ہو جس پر ہر معروف وغیر معروف، جدید اور قدیم مصنفین نے تابڑتوڑ حملے کئے ہوں، تو وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے اور یہ صرف راقم الحروف کا احساس ہی نہیں بلکہ بہت سے اہل دل حضرات کا بھی یہی کہنا ہے۔



نشست بدلی، ذہن کا رخ تبدیل ہوا تو کہیں سے یہ شعر قوت سماعت سے ٹکراتا ہوا محسوس ہوا اور یک لخت ذہن یکسو ہوگیا اور قلم نے اپنا سفر تیز رفتاری سے شروع کر دیا اور

زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا۔

اذا اتتک مذمتی من ناقص

فھی الشھادۃ لی بانی کامل

کہاں شرف صحابیت کی معراج اور کہاں بعد کے مصنفین و قلم کار، اپنا تو یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جو مقام اور مرتبہ نصیب ہو گیا، وہ بعد کے کسی فرد کو اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور جو شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ خود جھوٹا ہے اور اس کا دعویٰ باطل۔

☆......☆......☆

مقام صحابیت پر اس وقت گفتگو کرنا مقصود نہیں۔ وہ آئندہ انشاء اللہ اپنے مقام پر آئیگی۔ تاہم اتنی بات ضرور قابل ذکر ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں نے مل کر "دفاع صحابہ" کا فریضہ انجام دیا ہے، شاید "مقام صحابیت" کی اس سے بڑی کوئی دلیل پیش نہ کی جا سکے اس لئے "دفاع صحابہ" کے مشن کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے والے تمام افراد قابل صد مبارک باد ہیں کہ وہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں مصروف ہیں۔

☆......☆......☆

اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ ایک کوچہ تاریک کا نام ہے جہاں سوائے اندھیرے کے کچھ نہیں ملتا اسی لئے تاریخ لکھنے والا اور تاریخ پڑھنے والا کبھی بھی روشنی میں نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ تاریکی اور گھنگھور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے جبکہ صراط مستقیم کی روشنی حاصل کرنے کیلئے قرآن وسنت کے روشن دریچوں سے جھانک کر تاریخ صحابہ، مقام صحابہ اور تعارف صحابہ حاصل کرنے والا کبھی ناکام نہیں رہتا۔

☆......☆......☆

ان ابتدائی بے ربط سطور کے بعد "جنہیں امید ہے کہ قارئین نے توجہ ہی سے پڑھا ہوگا" عنان قلم اصل عنوان کی جانب متوجہ ہوا چاہتی ہے تاکہ یہ تاریخی سفر ایک روشنی اور امید کی کرن بن کر سامنے آئے اور ہمارے باہمی مسائل کے حل کا ذریعہ بن سکے۔

باب اول

﴿قبل از اسلام﴾

خاندان

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی معلوم کرنے سے قبل ان کا خاندانی پس منظر معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی روشنی میں قبائل عرب میں ان کی وجاہت وامتیاز سے پردہ اٹھانا ممکن ہو سکے، اور یوں بھی خاندانی شرافت وامتیاز کا اثر دوررس ہونے کے ساتھ ساتھ ضرب المثل بھی ہوتا ہے۔

قریش کے دس مشہور خانوادے تھے،ان میں سے سب سے زیادہ شہرت کا حامل خانوادہ ''بنوہاشم'' کا تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ، سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور عم مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عباس رضی اللہ عنہ اسی خانوادے کے روشن ستارے تھے اور سب سے بڑھ کر خود نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اسی خانوادے کیلئے باعث عزت وتکریم اور نشان عظمت وتوقیر تھے۔

قریش کے ان ہی دس خانوادوں میں ''بنوامیہ'' کا نام بھی اپنی جگہ ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے اور خلفائے راشدین کے بعد ''بنوامیہ'' ہی مسند اقتدار پر فائز ہوئے جس سے ان کی اسلامی تاریخ میں اہمیت پر بھی روشنی پڑتی ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی خانوادے سے تھا۔

اس ناقابل انکار وتردید تاریخی حقیقت سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان تو ایک ہی تھا، البتہ خانوادے مختلف تھے اور ایسا ہونا ایک فطری امر بھی ہے اس لئے کہ انسان کی اولاد جب مختلف علاقوں میں پھیلتی ہے تو نئے خانوادوں کا وجود میں آنا ایک ناگزیر امر ہے، تاہم ان کا خاندان پھر بھی ایک ہی رہتا ہے۔

☆.....☆.....☆

پیغمبر اسلام ﷺ کے نسب نامے پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ہمیں ایک نام ''عبد مناف'' ملتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے چار واسطوں سے دادا بنتے ہیں، عبد مناف کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ہاشم (حضور ﷺ کے جد اعلیٰ)

۲۔ عبد شمس (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ)

۳۔ نوفل (حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے جد اعلیٰ)

۴۔ مطلب (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جد اعلیٰ)

بنو ہاشم

عبد مناف کے پہلے صاحبزادے ہاشم کے یہاں جو نامور بیٹا پیدا ہوا اس نے پوری تاریخ عرب پر اثر ڈالا اور اس کا نام آج بھی اسی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے جیسے ان کی زندگی میں لیا جاتا تھا یعنی خواجہ عبد المطلب، پھر خواجہ عبد المطلب کے مشہور بیٹے ذیل کی فہرست میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ خواجہ ابو طالب (حضرت جعفر طیار، حضرت عقیل اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے والد محترم)

۲۔ خواجہ عبداللہ (نبی مکرم سرور دو عالم ﷺ کے والد محترم)

۳۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے والد محترم)

بنو عبد شمس

عبد مناف کے دوسرے صاحبزادے عبد شمس کے یہاں تین بیٹے پیدا ہوئے۔ لیکن ان میں سے ایک بیٹے نے اپنی زندگی میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ لوگ ''بنو عبد شمس'' کے نام کو بھول گئے اور ''بنو امیہ'' کا نام زبان زد عام ہو گیا کیونکہ عبد شمس کے اس مایہ ناز فرزند کا نام ''امیہ'' ہی تھا، اب ذرا عبد شمس کے بیٹوں پر ایک اجمالی نظر بھی ڈالتے جائیں۔

۱۔ ربیع (حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے داماد تھے، کے والد محترم)

۲۔ امیہ (ابو العاص جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دادا تھے، کے والد محترم)

۳۔ حبیب

اس تفصیل کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب آپ ان دو نقشوں پر غور فرمائیں تو بات مکمل ہو جائے گی۔

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۲۔ معاویہ بن ابو سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف

آپ غور فرما کر دیکھ سکتے ہیں کہ ''عبد مناف'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے جد امجد ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پانچویں، جس کا حاصل یہی ہے کہ خاندان ایک ہی ہے، خانوادے مختلف ہیں۔

اس نسب نامے پر ایک دوسرے انداز میں بھی نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ والدہ کی طرف سے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندانی پس منظر سامنے آجائے چنانچہ مؤرخین نے آپ کا ننھیالی سلسلہ نسب یوں بیان کیا ہے۔

''معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف''

اس میں بھی آپ نے اس بات پر غور فرما لیا ہوگا کہ عبد مناف ننھیالی سلسلہ نسب میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پانچویں نانا بنتے ہیں۔

ایک تاریخی حقیقت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نسب نامے اور خاندان سے متعلق گزارشات آپ کی قوت بصارت سے گزر کر بصیرت افروز ہوئیں، چلتے چلتے یہ نکتہ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ننھیالی سلسلہ نسب میں عبد شمس کے بیٹے ''ربیعہ'' کا جو تذکرہ کیا گیا ہے یہ وہی ربیعہ ہے جس کا بیٹا مشہور اعداء اسلام میں سے تھا یعنی عتبہ بن ربیعہ۔

سیرت کی تمام معتبر کتابوں میں ذکر کیا گیا یہ واقعہ تو ہر قاری کے حافظے میں محفوظ ہوگا کہ ایک مرتبہ یہی عتبہ بن ربیعہ ''جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نانا تھا'' نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا چاہتے ہو؟ مکہ کی ریاست؟ کسی اونچے گھرانے کی لڑکی؟ دولت کے انبار اور ذخیرے؟ جو چاہتے ہو، ہم وہ سب مہیا کرنے کیلئے تیار ہیں، ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ تم پورے مکہ کے حکمران اور بلاشرکت غیرے بادشاہ بن جاؤ لیکن ان باتوں سے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجاؤ۔

دنیا کی خواہشات اور اس کی رنگینیوں اور رعنائیوں کے متلاشی افراد کیلئے یہ پیشکش اپنے اندر جتنی وقعت رکھتی ہے وہ ایک عام سے عام انسان کو بھی معلوم ہے لیکن یہاں تو وہ معصوم پیغمبر تھا جسے دنیا کی شان وشوکت اور اس کی ریاست وحکمرانی سے دلچسپی کی بجائے نفرت تھی، اس لئے عتبہ کی اس شاندار اور جاندار پیشکش کا جواب قرآن کریم کی ان آیات سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ الخ﴾ (حم السجدہ: ۱۰)

عتبہ ان آیات الٰہیہ کو سن کر مبہوت ہوگیا، اس پر اس مقدس کلام کا ایسا اثر ہوا کہ اس کی سحر آفرینی نے عتبہ کی زبان سے قریش کے عام مجمع میں یہ کلمات ادا کروائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ شاعری نہیں، کچھ اور ہی چیز ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، اگر وہ کامیاب ہوکر عرب پر غالب آگئے تو اس میں تمہاری ہی عزت ہے ورنہ عرب خود ہی انہیں کافی ہوں گے۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ

غزوہ احد سلسلہ غزوات میں ایک تاریخ ساز اور پرسوز غزوہ کی حیثیت سے مشہور ومعروف ہے۔ قبل ازیں غزوہ بدر میں مسلمان، کفار مکہ کے بڑے بڑے رؤساء کو کیفر کردار

تک پہنچا چکے تھے جن میں ابو جہل کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ کا سب سے معزز رئیس عتبہ بن ربیعہ ''جس کا ابھی تذکرہ ہوا اور وہ ہند کا باپ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نانا تھا'' بھی قتل ہوا، اور اسے عدم آباد تک پہنچانے والے شیر کا نام ہی شیروں والا تھا یعنی سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ۔

چونکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ کو واصل جہنم کیا تھا، اس لئے جب غزوۂ احد کے موقع پر وحشی بن حرب کے حملے سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت کو لبوں سے لگایا تو ہند نے ان کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر اور کلیجہ چبایا، یہ وہ آتش انتقام تھی جو ہند کے خیال کے مطابق یوں ہی بجھ سکتی تھی۔



ہند کا تعارف اس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک کہ سیرت حلبیہ کے اس بیان کو نقل نہ کر دیا جائے جو صاحب کتاب نے ان کے نکاح اول کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔ صحت سند اور واقعہ کی ذمہ داری مذکورہ مصنف کے حوالے کرتے ہوئے یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ تفصیل کیلئے سیرت حلبیہ ج ۵ ص ۲۹۰، ۲۹۱ کا مطالعہ کیجئے۔

قریش کا ایک نوجوان تھا جس کا نام ''فاکہہ'' تھا، ہند اسی مخزومی نوجوان کے نکاح میں تھی، اس شخص نے ایک مکان ایسا بنا رکھا تھا جس میں لوگ آرام کرنے کیلئے بغیر اجازت کے بھی آجایا کرتے تھے، ایک دن اس نے قیلولہ کرنے کیلئے یہ مکان خالی کروایا اور اپنی بیوی ہند کے ساتھ لیٹ گیا، تھوڑی ہی دیر کے بعد کوئی ضرورت پیش آنے پر وہ باہر چلا گیا اور ہند سوتی رہی۔

''فاکہہ'' کے جانے کے بعد وہاں ایک آدمی آیا جو پہلے بھی یہاں آکر سوتا تھا، اس نے جو ایک عورت کو سوتے دیکھا تو بڑی تیزی سے اس مکان سے نکل گیا، اتفاق سے اسی وقت فاکہہ بھی واپس آگیا اور اس نے تیزی سے نکلتے ہوئے اس شخص کو دیکھ لیا، وہ سیدھا گھر پہنچا، ہند اب تک سو رہی تھی، اس نے اسے ٹھوکر مار کر جگایا اور بڑے غصے میں پوچھا کہ یہ کون آدمی تھا جو تیرے پاس آیا تھا؟ اس نے جواب دیا ''میں نے یہاں کسی آدمی

کو دیکھا اور نہ ہی تمہارے جگانے سے پہلے میں بیدار ہوئی۔“

لیکن فاکہہ کو اس پر اطمینان نہ ہوا اور اس پر تہمت لگا کر اسے گھر سے نکال دیا، شدہ شدہ یہ خبر اس کے باپ عتبہ کے کانوں میں بھی پہنچی تو بیٹی نے ساری حقیقت اس کے سامنے رکھ دی۔ عتبہ اپنے داماد کے پاس جا کر کہنے لگا کہ تم نے میری بیٹی پر بہت بڑی تہمت لگائی ہے اس لئے یمن کے کسی کاہن کے پاس چل کر اس مقدمے کا فیصلہ کرواؤ۔

فاکہہ راضی ہو گیا اور دونوں اپنے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت لیکر کاہن کی طرف روانہ ہوئے، قریب پہنچ کر ہند کی طبیعت خراب ہو گئی اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، یہ دیکھ کر عتبہ اس سے کہنے لگا کہ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ جیسے تو واقعی کسی گندی حرکت کی مرتکب ہوئی ہے؟ ہند نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری گھبراہٹ کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگ یہ مقدمہ اس شخص کے پاس لیکر جا رہے ہیں جس کی باتیں کبھی صحیح ثابت ہوتی ہیں اور کبھی غلط، اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ کاہن میرے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جس سے میں سارے عرب میں رسوا ہو جاؤں۔

عتبہ نے اسے تسلی دی کہ میں پہلے ہی اسے ساری حقیقت بتا دوں گا چنانچہ وہاں پہنچ کر اس نے ایسا ہی کیا، کاہن ہند کے ساتھ آنے والی عورتوں میں سے ہر ایک کے پاس باری باری جاتا اور اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر دیکھتا پھر کہتا کہ تم اٹھ جاؤ، اس طرح کرتے کرتے جب وہ ہند کے قریب پہنچا تو اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگا اٹھ جا، تو پاک صاف ہے، زانیہ نہیں ہے اور تیرے پیٹ سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا جس کا نام معاویہ ہوگا۔

یہ سن کر فاکہہ بڑا خوش ہو کر ہند کے پاس آیا لیکن ہند اس کا ہاتھ جھٹک کر کہنے لگی بس مجھ سے دور ہی رہو کیونکہ خدا کی قسم! اب میری تمنا یہ ہے کہ میرا وہ بچہ تمہارے علاوہ کسی اور سے ہو چنانچہ اس کے بعد ہند کا نکاح ابو سفیان سے کر دیا گیا جو اس وقت رؤساءِ قریش میں شمار ہوتے تھے۔

یاد رہے کہ ابتداء اسلام میں ہند کو اسلام، صاحب اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل اسلام سے بڑی شدید نفرت تھی لیکن فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے

اب ہر مسلمان کے ذمے ان کا احترام ضروری ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد

ابوسفیان قبول اسلام سے قبل جس شدت کے ساتھ اہل ایمان سے معرکہ آراء ہوئے تھے، قبول اسلام کے بعد اسی شدت سے اہل کفر کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ یہ جس شخص کے داماد تھے، اس کا حال آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور جس عورت کے شوہر تھے، اس کا تذکرہ بھی آپ کی بصارت سے گزرا، پھر رؤساءِ مکہ میں سے ہونا اس پر مستزاد تھا اسی لئے غزوۂ بدر کے بعد تمام غزوات میں افواج کفار کے سپہ سالار رہی تھے۔

ان کی رسائی بادشاہوں کے دربار تک تھی چنانچہ ایک مرتبہ قیصر روم ہرقل کے دربار میں بھی جانا ہوا تھا جس کا مفصل واقعہ بخاری شریف کی حدیث نمبر ے میں موجود ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت

کائنات رنگ و بو میں جو پہلی بہار آئی اور اس نے آفاق عالم کے اس اجڑے ہوئے، خزاں رسیدہ اور مرجھائے ہوئے چمن میں زندگی کی روح پھونک دی اور اسے نئے سرے سے جینے کا سلیقہ سکھایا وہ اے۵ء میں پیدا ہونے والا ایک بلند اختر اور خوش قسمت بچہ تھا جس کا نام نامی زبان پر بعد میں آتا ہے، ہونٹ پہلے ہی ایک دوسرے کو چوم لیتے ہیں، دل میں عقیدت و محبت کے ساتھ درود و سلام کے مختلف الفاظ موجزن ہونے لگتے ہیں۔

نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ برس کی تھی اور سن عیسوی ۶۰۶ تھا، اس موقع پر خاندان بنو امیہ میں وہ نصیبہ ور پیدا ہوا جس نے آگے چل کر بنو امیہ کا نام عظمت و ترقی کی معراج تک پہنچا دیا اور خلافت بنو امیہ کی داغ بیل ڈالی۔

اس تاریخی حقیقت کو بھی فراموش نہ کیجئے کہ نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا جس وقت باذن الٰہی اعلان فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی الٰہی کی لذت سے آشنا کروایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی، اس اعتبار سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت پانچ سال کے بچے تھے اور اس عمر کے بچے کو کسی تحریک سے دلچسپی کی بجائے

اپنے کھیل کود سے دلچسپی ہونا ایک فطری امر ہے، نیز جس وقت حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر عازم مدینہ ہوئے، اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۷ سال تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بچپن

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بچپن سے متعلق تو تفصیلات نہیں ملتیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب قدرت کو کسی سے کوئی اہم کام اور خدمت لینا منظور ہوتا ہے تو والدین کو اس کی اچھی تربیت اور عمدہ تعلیم کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ معجزاتی واقعات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جس کی ایک وجہ وہ واقعہ بھی تھا جو ہند کے ساتھ پیش آیا تھا اور جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

اسے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین کی توجہ کا نتیجہ کہیے یا خود ان کے ذوق و شوق کی دلیل قرار دیجئے کہ اہل عرب کے رواج کے برخلاف آپ نے بچپن ہی میں اپنے آپ کو فن تحریر و کتابت سے مزین کر لیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ پورے عرب میں لکھنے پڑھنے کی صلاحیت رکھنے والے افراد تعداد میں اتنے کم تھے کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے خوددار، وضع دار اور بلند ہمت تھے جس کے آثار ان کے چہرے سے ہی پڑھے جا سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ بچپن میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عرب کے کسی مشہور قیافہ شناس نے دیکھا تو بلا کسی تامل کے اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ بچہ اپنی قوم کا سردار بنے گا"

قیافہ شناس کی اپنے فن میں مہارت کا اس بات سے اندازہ لگایئے کہ اس نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر جو رائے قائم کی تھی وہ سو فیصد صحیح ثابت ہوئی۔ نیز یہ بات بھی مؤرخین نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں تحریر فرمائی ہے کہ نوعمری کے زمانے میں

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ جو زمانے کا گرم سرد چکھے ہوئے اور اس کے نشیب و فراز سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ مردم شناسی کا جوہر بھی اپنے پاس رکھتے تھے، کہنے لگے کہ میرے اس بیٹے کا سر بڑا ہے (یہیں سے یہ مثال مشہور ہوئی ''سر بڑے سرداروں کے اور پاؤں بڑے گنواروں کے) اور یہ اپنی قوم کا سردار بننے کے لائق ہے آپ کی والدہ ہند ''جو عتبہ جیسے نامور باپ کی بیٹی اور ابو سفیان جیسے تاجر و سپہ سالار کی بیوی تھیں'' اس بات کو سن رہی تھیں، جھٹ کہنے لگیں صرف اپنی قوم کا سردار؟ اگر یہ پورے عرب کا قائد نہ بنے تو میں اسے روؤں، اس کی حقیقی وجہ بھی اس کاہن کی پیشگوئی ہے جس نے فاکہہ کے الزام سے ہند کو بری قرار دیا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جوانی

انسان اپنی جوانی کے زمانے میں جو کر سکتا ہے، بڑھاپے میں اس کا تصور ہی انسان کیلئے پریشان کن ہوتا ہے، اسی طرح انسان جوانی میں جس شعبے کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے عام طور پر ''اگر وہ اسی شعبہ کے ساتھ وابستہ رہے'' اس شعبے میں اس کا تجربہ دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط اور معتبر ہوتا ہے، اس کے ساتھ اس حقیقت کی آمیزش تکمیل کلام کا ذریعہ بن سکے گی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پورا خاندان اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں کی فہرست میں شمار ہوتا تھا، چنانچہ عتبہ کے بارے آپ پڑھ آئے ''جو کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نانا تھا'' اسلام اور کفر کی پہلی معرکہ آرائی ہی میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، اسی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین قبول اسلام سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کو جتنی زک پہنچا سکتے تھے اس میں انہوں نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتی لیکن یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ عداوت اسلام کے اس مرکز میں پلنے بڑھنے اور جوان ہونے والے ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' ان تمام چیزوں سے بالکل یکسو تھے، ان میں عداوت اسلام کا کوئی ایسا خاص جذبہ کارفرما دکھائی نہیں دیتا تھا جو انہیں کم از کم میدان جنگ ہی میں لانے پر مجبور کر دے۔

قارئین کرام! یہ نکتہ انتہائی قابل غور ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نانا میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا، اس کے انتقام کا جوش اور ولولہ ہی انسان کو دیوانہ کرنے کیلئے کیا کم ہے کہ اس پر مستزاد یہ کہ آئندہ ہونے والی تمام جنگوں میں سپہ سالاری کے فرائض ان کے والد انجام دے رہے تھے؟ لیکن یہ عجیب تاریخ ہے کہ باپ سپہ سالار رہے اور بیٹا کسی معرکہ میں باپ کے شانہ بشانہ تو دور کی بات، لشکر کے آخری حصے میں بھی نظر نہیں آتا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

راقم الحروف کو مؤرخین کے علی الرغم اس موقع پر یہ دعوی تو نہیں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دل میں اسلام کی دولت چھپائے بیٹھے تھے اور درون خانہ قبول اسلام کی نعمت عظمی سے اپنے آپ کو بہرہ ور کر کے کسی مناسب موقع کا انتظار کر رہے تھے، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ان کی ہمشیرہ محترمہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ان سے بہت پہلے اسلام کی دولت سے سرفراز ہو چکی تھیں۔

رشتہ داروں کی ایذاء رسانی سے تنگ آ کر اسلام کے ابتدائی کسمپرسی کے دور میں جہاں اور بہت سے لوگوں نے ہجرت حبشہ میں حصہ لیا، وہیں حبشہ کی طرف کی جانے والی دوسری ہجرت میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے مسلمان شوہر عبید اللہ کے ساتھ ہجرت کر گئیں۔

اگرچہ وہاں جا کر ان کا شوہر مرتد ہو گیا اور حالت ارتداد ہی میں اس کا انتقال ہوا تاہم مخدومہ کائنات کیلئے جو شرف کاتب تقدیر نے ازل سے لکھ دیا تھا اس کی تکمیل کا وقت آ گیا، چنانچہ حبشہ ہی کے دوران قیام حضور نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دنیا و آخرت میں اپنی شریک حیات اور شریک مقصد کے طور پر قبول فرما لیا اور شاہ حبشہ کے ذریعے نکاح کی تقریب ہو گئی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے بھی بہت پہلے پیش آیا۔ اب واقعات کی مختلف تاریخی کڑیوں کو ملانے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار تو فتح مکہ کے موقع پر کیا جو کہ ہجرت کے آٹھ سال

بعد ہوا لیکن اس دوران وہ کسی جنگ میں اہل اسلام کے خلاف کمر بستہ دکھائی نہیں دیتے۔ اس کی وجہ راقم الحروف کی ناقص فہم میں یہ آتی ہے کہ جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو گیا تو اب ابوسفیان اور ہند، ساس اور سسر بن گئے، جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سالے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے بہنوئی، سو اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۸ ہجری سے قبل اپنے اسلام کا اظہار نہ بھی کیا ہو تو اس سسرالی رشتہ داری کا پاس لحاظ ضرور کیا ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ اس کا سب سے زیادہ خیال خود ساس اور سسر کو ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر ساس اور سسر کے ذہن اس نکتے پر غور کرنے کیلئے تیار نہیں کہ وہ اپنے داماد سے جنگ کر رہے ہیں تو سالے کا ذہن بھی اسے قبول نہ کرے اور ویسے بھی ذہنوں میں یکسانیت کا ہونا کوئی ضروری امر نہیں۔



باب دوم

بعد از اسلام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کب قبول کیا؟

تاریخی اعتبار سے یہ تو ایک حقیقت ثابتہ ہے ''جس پر اکثر مؤرخین نے جزم ظاہر کیا ہے'' کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں اپنے والدین اور بھائی کے ساتھ کیا تاہم یہ بات قابل تحقیق ہے کہ آیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اظہار اسلام اور قبول اسلام ایک ہی وقت کے دو واقعے ہیں یا ان دونوں کا وقت الگ الگ رہا ہے؟ یہ بات مدار تحقیق اس لئے قرار پاتی ہے کہ ہمیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہئے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دعوت اسلام پر جس سنجیدگی سے غور کر رہے تھے اس نے ان کے قلب وجگر میں کب ہیجان برپا کیا اور کب انہوں نے اپنے والدین کی دھمکیوں سے مرعوب ہوئے بغیر اپنے آپ کو اس دولت سے مالا مال کیا؟

اس سلسلے میں سب سے زیادہ مضبوط ترین تحقیق وہ ہے جسے علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف تطہیر الجنان میں درج کیا ہے، یہاں اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے، تفصیل کیلئے اسی کتاب کا اردو ترجمہ ''مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' ملاحظہ فرمایئے جو کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمہ کردہ کتاب ہے۔

سب سے پہلے تو راقم الحروف کو بخاری شریف سے کتاب الحج کی ایک روایت اور اس کا ترجمہ پیش کرنا ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ اس روایت کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے، روایت حسب ذیل ہے۔

''عن ابن عباس، عن معاویة رضی الله تعالیٰ عنهم قال:
قصّرت عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بمشقص'' (البخاری: ۱۷۳۰)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے قینچی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال چھوٹے کئے تھے۔"

اس روایت کے ساتھ مسند احمد کو اس روایت کو بھی ملا لیا جائے جس میں جگہ کی تعین کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ میں نے "مروہ" کے پاس قینچی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال چھوٹے کئے تھے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت کسی ایسے موقع پر حاصل ہوئی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام میں تھے اور سعی سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام سے نکلنا چاہتے تھے۔

ظاہری بات ہے کہ یہ موقع حجۃ الوداع کا تو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حج میں سعی کے بعد حلق یا قصر نہیں ہوتا بلکہ دس ذی الحجہ کو رمی جمار اور قربانی سے فراغت کے بعد یہ عمل ہوتا ہے اور اس وقت ہر حاجی منیٰ میں ہوتا ہے نہ کہ مروہ کے پاس، پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ بخاری شریف کی حدیث نمبر ۴۴۱۰ میں بڑی صراحت سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلق کروایا تھا، بال چھوٹے نہیں کروائے تھے اور زیر بحث حدیث میں قصر کا ذکر ہے نہ کہ حلق کا، اس لئے یہ بات تو طے ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لئے جس سعادت کا اثبات کر رہے ہیں، اس کا موقع حجۃ الوداع نہیں اور یہ معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی حج کیا ہے، اس لئے یہ حج کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔

لامحالہ یہ کسی عمرہ کا واقعہ ہوگا جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی، اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ عمرہ کب ہوا؟ تا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا زمانہ متعین کیا جا سکے، سو اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے، ۶ھ سے پہلے آپ کبھی مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوئے اور ۶ھ میں بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادے سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں مکہ مکرمہ پہنچے تو قریش نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور "صلح حدیبیہ" کا عظیم الشان تاریخی واقعہ "جس نے نشر و اشاعت اسلام میں اہم ترین کردار

ادا کیا'' پیش آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کئے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے۔

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷ھ میں عمرۃ القضاء کیلئے تشریف لائے اور گزشتہ سال کا عمرہ قضاء فرمایا جبکہ تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ کے اختتام پر غزوۂ حنین سے واپسی کے بعد جعرانہ سے احرام باندھ کر ''جو کہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم میں نہیں تھا'' رات کو نماز عشاء کے بعد مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کیا اور راتوں رات ہی واپس تشریف لے آئے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ صرف چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت مشکوک ہی نہیں بلکہ یقینی ہے۔

بعض حضرات نے ماہ رجب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعے کی سختی سے تردید فرمایا کرتی تھیں اس لئے یہ بات تو طے ہوگئی کہ نہ تو یہ واقعہ ۶ھ کا ہے کیونکہ اس موقع پر عمرہ کی سعادت حاصل نہ کی جاسکی تھی اور نہ ہی یہ ۸ھ کا واقعہ ہے کیونکہ اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شریک نہ تھے، اب صرف ۷ھ کا ''عمرۃ القضاء'' رہ جاتا ہے اس لئے لامحالہ ہمیں یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹنے کی سعادت عمرۃ القضاء کے موقع پر حاصل کی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو منطقی طور پر یہ بات خود بخود ثابت ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۷ھ سے قبل ہی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے تھے اور انہوں نے دین اسلام کی حقانیت اور صداقت کا قلبی طور پر اعتراف کرلیا تھا، یہ الگ بات ہے کہ اس کا اظہار انہوں نے اسی موقع پر کیا جبکہ ان کے دیگر اہل خانہ نے اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا اور ظاہر ہے کہ یہ چیز کسی کی نظروں میں بھی قابل مذمت نہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کیوں نہیں کی؟

گزشتہ گفتگو نے ہمیں اس نتیجے پر پہنچایا ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۷ھ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اس پر بعض حضرات نے یہ اعتراض پیش کیا ہے کہ اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۷ھ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے تو پھر اس زمانے میں مکہ مکرمہ سے

ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچنا فرض تھا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے ہجرت کیوں نہیں کی؟ بادی النظر میں اگرچہ یہ اعتراض بہت قوی محسوس ہوتا ہے لیکن اگر تھوڑی سی توجہ کی جائے تو پھر تاریخ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک اور اہم ترین نام بھی ملتا ہے جس نے قبول اسلام کے باوجود ہجرت نہیں کی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قرابت داری کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت قابل احترام چچا تھے، آپ کے ذہن میں ان کا نام آگیا ہوگا یعنی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ۔

پھر اس پر مستزاد یہ کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو اپنا اسلام صرف ایک سال چھپایا جبکہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تو غزوہ بدر ہی کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے، اس اعتبار سے انہوں نے اپنا اسلام چھ سال تک چھپایا، جس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کیلئے ہجرت نہ کرنا قابل اعتراض نہیں، اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے بھی اسے وجہ اعتراض قرار دینا صحیح نہیں۔

ہوسکتا ہے کہ بعض حضرات کو یہاں یہ شبہ بھی پیدا ہو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہجرت نہ کرنے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہجرت نہ کرنے کا جواز نا قابل فہم ہے کیونکہ قانون خداوندی تو بہر حال اس وقت بھی موجود تھا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ فرضیت ہجرت کا حکم ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا تھا جو اپنے اسلام کا اظہار کر دیتے تھے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا ہے، سو جب انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار ہی نہیں کیا جس کی وجہ سے بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ تقریباً سب ہی یہ سمجھتے تھے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہیں، تو پھر ان کیلئے ہجرت کی فرضیت کیونکر ثابت ہو سکے گی؟ یہی توجیہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہجرت نہ کرنے کے سلسلے میں بھی پیش کی جائیگی۔

کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے؟

اس سوال کے جواب سے پہلے راقم الحروف کو ''مؤلفۃ القلوب'' کا معنی واضح کرنا

ہے جس کیلئے آپ کو سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ کا مطالعہ کرنا ہوگا جس میں پروردگار عالم نے ''مصارف زکوٰۃ'' کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ آٹھ قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

ا۔فقراء ۲۔مساکین ۳۔عاملین ۴۔مؤلفۃ القلوب

۵۔غلام آزاد کرانے میں ۶۔مقروض ۷۔مجاہدین ۸۔مسافر

گویا ''مؤلفۃ القلوب'' مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف ہے جس پر انسان اپنی زکوٰۃ خرچ کرسکتا ہے۔

اب یہ سمجھئے کہ ''مؤلفۃ القلوب'' کی تعریف کیا ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ تا کہ بات مکمل واضح ہو جائے، سو اس سلسلے میں ہم سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۶۹ کا خلاصہ پیش کررہے ہیں، تفصیل کیلئے اس کی مراجعت کی جاسکتی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال و دولت کی ایک خطیر مقدار سے نوازا تا کہ وہ اسلام قبول کرلیں یا اگر اسلام قبول کرلیا ہو تو اس پر ثابت قدم رہیں، حالات کی تنگی سے دل برداشتہ ہو کر اسلام کو خیر باد نہ کہہ دیں۔

پھر ''مؤلفۃ القلوب'' تین قسم پر ہیں۔

ا۔ جن کی دل داری کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔

۲۔ مال و دولت کے ذریعے جن کے شر اور فساد سے بچاؤ مقصود تھا اور یہ کہ اس طرح ان کا منہ بند ہو جائے۔

۳۔ جن کی دل داری اسلام پر استقامت اور ثابت قدمی کی غرض سے کی گئی۔



اسلام کی اس تاثیر اور خوبی سے متعصب ترین دشمن بھی انکار نہیں کرسکا کہ جب اسلام کسی کے دل میں اپنا ٹھکانہ بنالیتا ہے اور وہ راسخ العقیدہ مسلمان بن جاتا ہے تو اسے دو خوبیاں فوری طور پر حاصل ہو جاتی ہیں۔

ا۔ وہ اپنے ایمان کا سودا کرنے کیلئے کبھی بھی تیار نہیں ہوتا خواہ اس کی جان ہی چلی

جائے۔

۲۔ دنیا اور اس کی لذتیں اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

اب آپ خود اس بات کو طے کر لیجئے کہ مؤلفۃ القلوب کی پہلی اور تیسری قسم کے لوگ جب دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے اور ان میں استقامت، ثابت قدمی اور پختگی جیسی صفات پیدا ہو گئیں تو اب انہیں مال و دولت کی طرف کیا رغبت ہو گی؟ بالخصوص جبکہ وہ نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلیم و صحبت یافتہ بھی ہوں۔



اسلامی تاریخ میں غزوہ حنین کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور اس غزوہ میں مسلمانوں کو جو مال غنیمت حاصل ہوا وہ بقول مصنف سیرۃ حلبیہ کے چھ ہزار قیدیوں، چوبیس ہزار اونٹوں، چالیس ہزار سے زائد بکریوں اور چار ہزار اوقیہ چاندی پر مشتمل تھا۔

اس حقیقت کو سامنے رکھ کر "سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد اور بھائی تو بہر حال مؤلفۃ القلوب کی تیسری قسم میں سے ہیں لیکن بعض حضرات نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اسی تیسری قسم میں شامل کیا ہے" سیرۃ حلبیہ کی اس روایت کو بھی ملا لیجئے جس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو غزوہ حنین کے مال غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی کی خطیر مقدار عطا فرمائی، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے "یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ" کیلئے سفارش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بھی اتنی ہی مقدار عطا فرمائی جتنی ان کے والد محترم کو دی تھی، اس کے بعد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے دوسرے بیٹے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے بھی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بھی ان دونوں کے بقدر سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی کی خطیر رقم اور مقدار مرحمت فرمائی۔

اس اعتبار سے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کا حصہ ملا کر کل تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی بنی، یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی خواہش کے احترام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہ

حصہ عطاء فرمایا جو آپ مؤلفۃ القلوب کو مرحمت فرما رہے تھے، ورنہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مؤلفۃ القلوب میں شمار نہیں فرماتے تھے۔



تحقیق کی طنابیں اگر دوسری طرف موڑی جائیں تو راقم الحروف علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تبصرہ بہت مضبوط، مربوط اور جاندار خیال کرتا ہے جو اس سلسلے میں ایک فیصلہ کن کلام کی حیثیت رکھتا ہے، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مؤلفہ قلوب لوگوں میں مختلف قسم کے آدمی تھے اور اسلام کے شروع میں ان کی تالیف قلب اور دل داری کی گئی، پھر آخر ان کے دلوں میں اسلام کی محبت گھر کر گئی تو اس وقت وہ لوگ مؤلفہ قلوب کی تعریف میں سے نکل گئے، پھر بھی علماء ان کو جو مؤلفہ قلوب میں بیان کرتے ہیں وہ ان کے ابتدائی حال کی وجہ سے لکھتے ہیں۔" (بحوالہ سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۳۷۰)

نیز یہ بھی احساس مؤلف ہے کہ تالیف قلب وہاں ہوتی ہے جہاں پہلے کسی قسم کی عداوت اور مخالفت پائی جاتی ہو اور گزشتہ صفحات اور کتب تواریخ اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ عداوت و مخالفت اسلام کا تعلق سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی زمانہ میں بھی نہیں رہا۔ رہی یہ بات کہ بعض مؤرخین نے انہیں مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کیونکہ بعض کے ذکر کرنے سے سب کا ذکر کرنا لازم نہیں آتا۔ پھر جنہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مؤلفۃ القلوب میں شمار کیا ہے، یقین واثق ہے کہ انہوں نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا نام دیکھ کر تبعاً ان کا نام بھی ذکر کر دیا ورنہ حقیقت یہی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مؤلفۃ القلوب میں شمار نہیں ہوتے۔

صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دنیا میں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جنہیں انسان کائنات کے سارے خزانے اور

دفینے خرچ کر کے بھی خریدنا چاہے تو ناممکن ہے، اس فہرست میں ایک اہم ترین چیز ''صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''، جیسی فضیلت واہمیت والی نعمت بھی ہے جو کسب سے نہیں، وہب سے عطاء ہوتی ہے، اس میں انسان کی محنت، کوشش اور ارادے کو کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ یہ خدائے ذوالجلال کی دین ہوتی ہے، جسے چاہے عطا فرمادے۔

یہ بات ذکر کر کے تو شاید راقم اپنے قارئین کی معلومات میں کوئی اضافہ نہ کر سکے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحبت نبوی سے براہ راست فیضان حاصل کیا ہے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے تاہم یہ بات ضرور قابل ذکر ہے کہ صحبت نبوی کا مقام ومرتبہ اتنا اونچا اور بلند وعظیم الشان ہے کہ حاملین صحبت نبوی کے متعلق کسی قسم کی ہرزہ سرائی کو خود پروردگار عالم نے انتہائی نفرت آمیز اور قابل تحقیر فعل قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت میں انتہائی مبالغہ سے کام لیا ہے۔

پھر یہی نہیں کہ اللہ نے صرف قرآن کریم میں ''دفاع صحابہ'' کا فرض کفایہ ادا کر لیا ہو بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے متعلق بھی یاوہ گوئی خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تڑپا دیا کرتی تھی اور اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت مسلمہ کو ایک روشن دستور اور ایک مستند دستاویز عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

> ''میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، خدا کا خوف کھاؤ، میرے بعد انہیں (طعن وتشنیع اور تنقید کا) نشانہ مت بنانا کیونکہ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے انہیں محبوب رکھتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے گویا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بھی بغض رکھتا ہے۔''

نیز قرآن کریم کے اس بیان کو بھی فراموش نہ کیجئے جس کے مطابق کفار ومشرکین مکہ سے جب کہا جاتا تھا کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لا کر راہ نجات پر گامزن اور شاہراہ مستقیم کے راہرو بن گئے ہیں، تم بھی ''اگر کامیابی کے خواستگار اور دنیا وآخرت کی نعمتوں کے متمنی ہو تو'' ان ہی کی طرح اسلام قبول کر لو۔

ان لوگوں کا جواب یہ تھا کہ پیغمبر اسلام کی دعوت پر سر تسلیم خم کر کے ایمان لانے والے تو (العیاذ باللہ) بیوقوف ہیں، ہم ایسا بیوقوفی کا کام سرانجام نہیں دے سکتے، گویا انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاکم بدہن بیوقوف قرار دیا، پروردگار عالم نے عرش پر بیٹھ کر فرش پر اپنے غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا خبردار! جو میرے نبی کے صحابہ کو بیوقوف کہا، یاد رکھو! جو انہیں بیوقوف قرار دیتا ہے وہ خود بیوقوف ہے اور اتنا بڑا بیوقوف ہے کہ اسے اس کا احساس تک نہیں۔

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ''ہدایت'' کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے میں منحصر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اہل کتاب اور، دیگر غیر مسلم لوگ اس طرح ایمان لے آئے جس طرح تم صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے ایمان قبول کیا ہے تو انہیں بھی ہدایت مل جائیگی اور اگر یہ اس سے انکار کر دیں تو تمہیں گھبرانے کی کچھ ضرورت نہیں، ان کی تعداد زیادہ بھی ہو تب بھی اللہ تمہاری طرف سے خود ہی ان کیلئے کافی ہو جائیگا۔

یہ اور اس طرح کی سینکڑوں آیات اور احادیث مبارکہ پکار پکار کر اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ رشد و ہدایت، فوز و فلاح، اتباع پیغمبر، پروانہ نجات اور انعامات جنت کا طلب گار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوۂ حسنہ پر گامزن ہو کر ہی ان نایاب و قیمتی موتیوں کو پا سکتا ہے بصورت دیگر ان چیزوں کا ملنا

ایں خیال است و محال است و جنوں

کا مصداق ہے۔

محبوب کائنات کی رفاقت اور غزوات

مؤلف کو یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتا کہ اگر قدرت نے کسی کو صرف اتنا موقع ہی فراہم کیا ہو کہ وہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبول اسلام کی نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوا ہو اور اس کی زندگی نے اتنی بھی وفا نہ کی ہو کہ وہ اپنے گھر ہی واپس جا سکے تو یقین کیجئے کہ بعد کا کوئی بڑے سے بڑا ولی، غوث اور قطب ان کا مقابلہ

کرنا تو بڑی دور کی بات ہے ان کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

پھر اگر اس کے ساتھ تین چار سال کی ہم نشینی، غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت اور قرابت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رشتہ داری جیسے انمول تحفے بھی مل جائیں تو اس سے بڑا مقدر کا سکندر کون ہو سکتا ہے؟ اس امید کے ساتھ کہ ہمارا مخاطب ان صفات کا موصوف اور مصداق متعین کرنے میں کامیاب ہو گیا ہو گا جو کہ ظاہر ہے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں تو اب تصویر کے اس رخ زیبا کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

فتح مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کے درمیان چار واقعات انتہائی اہم ہوئے اور چاروں میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرکت اتنی ہی یقینی ہے جتنا سورج کا دن میں نکلنا اور چاند کا رات میں نکلنا یقینی ہے۔

۱۔ غزوۂ حنین ۲۔ غزوۂ طائف

۳۔ غزوۂ تبوک ۴۔ حجۃ الوداع

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان غزوات میں وہ یقینی شرکت ہی تھی جس نے عبداللہ بن مبارک جیسے قابل فخر محدث کی زبان سے ''جب ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ میں سے کس کا مقام زیادہ ہے؟'' ایک ایسا تاریخی جملہ نکلوایا جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل اور اوراق تاریخ میں محفوظ ہے کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت میں جہاد کرنے کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار اور مٹی داخل ہو گئی تھی وہ ہزار عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

اس نکتے کی طرف بھی قارئین کو متوجہ کرنا مؤلف کا فرض ہے کہ قبول اسلام کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں سینکڑوں نمازیں، بے شمار جمعے اور متعدد مرتبہ نماز عید ادا فرمائی، آپ کی زبان اقدس سے نکلنے والے مبارک خطبات اور پند و نصائح کو اپنے کانوں کے ذریعے قلب وجگر میں محفوظ کیا اور امت تک پہنچایا، کیا یہ کم مقام و مرتبہ ہے؟ پھر اس پر بھی غور فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرماتے تھے اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس پر ''آمین'' کہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رکوع سے سر اٹھا کر جب "سمع اللہ لمن حمدہ" فرماتے تھے تو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی یہ جملہ ادا فرماتے تھے "ربنا ولک الحمد" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائیں کرتے تھے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان دعاؤں پر آمین کہا کرتے تھے۔

قیامت کی گھڑی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

وہ کیسا وقت ہوگا جب کہ کائنات کے ذرے ذرے پر حزن وملال کی گھٹائیں چھائی ہوں گی، درودیوار روتے ہوں گے، شجر وحجر بین کرتے ہوں گے، آسمان کا سورج گہنا گیا ہوگا، چاند نے اپنی روشنی پھیلانا چھوڑ دی ہوگی، چرند پرند کی خوشیوں پر فناء آگئی ہوگی، جنات گنگ ہو کر رہ گئے ہوں گے، ملائکہ میں تہلکہ مچ گیا ہوگا، عزرائیل بھی لرز گیا ہوگا اور ہر انسان ایک ان دیکھے غم اور انجانے خوف کی تصویر بن کر رہ گیا ہوگا جبکہ عبداللہ کے فرزند، آمنہ کے لخت جگر، خواجہ عبدالمطلب کے نور نظر، پوری دنیا کے پیغمبر رب کائنات کے منظور نظر، کائنات رنگ وبو کے روح رواں، ہم سب کے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہان فانی سے کوچ کیا ہوگا۔

اس وقت نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک ومقدس عمر کی صرف 63 بہاریں دیکھی تھیں کہ جان، جان آفریں کے سپرد کرنے کا مرحلہ آگیا۔ تاریخی اعتبار سے اس وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر 28 سال تھی، گویا اظہار اسلام کے وقت ان کی عمر صرف 25 سال تھی اور تصور کی نگاہ سے دیکھئے کہ اگر ایک آدمی کی سگی بہن کا شوہر فوت ہو جائے، وہ خود بہنوئی سے اور اس کے والدین ایک بے مثل و بے مثال داماد سے محروم ہو جائیں، اس کی جوان بہن کا سہاگ اس سے چھن جائے اس کے دل پر کیا بیتے گی؟ قلب و جگر ماؤف ہو کر نہ رہ جائیں گے؟ زبان گنگ اور آنکھیں پتھرا نہ جائیں گی؟ دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک نہ ہو جائیگی؟ یقیناً اس سے زیادہ تو ہوسکتا ہے، کم کسی صورت نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆

باب سوم

خصوصیات کی روشنی میں

شاید قارئین کرام اس انتظار میں رہے ہوں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد زمانہ خلافت راشدہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، اس تیسرے باب میں ان کا تذکرہ کیا جائیگا لیکن اس معذرت کے ساتھ کہ اس کا تذکرہ آئندہ آئیگا، اس موقع پر ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان خصوصیات کا تذکرہ کرنا ہے جو پوری امت میں بحیثیت مجموعی انہیں حاصل تھیں یا جماعت صحابہ میں بھی وہ ان کا خاص طغرائے امتیاز رہ چکی ہیں اور اس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں یا شرکت کی نوعیت جدا ہے۔

پہلی خصوصیت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام سے پہلے بھی یہ انفرادیت حاصل تھی جو بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مفقود تھی کہ صرف چار یا پانچ واسطوں سے ان کا نسب نامہ والدین کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب نامے سے جا ملتا ہے اور ''عبد مناف'' وہ مشترک نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب نامے میں بھی موجود ہے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نسب نامہ میں بھی۔

دوسری خصوصیت

خاندانی نسب نامے میں اتحاد کے ساتھ ساتھ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سسرالی قرابت داری بھی حاصل تھی چنانچہ آپ کی بہن حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں اور قرآن کریم کا بیان کردہ اصول ہے کہ نبی کی بیویاں، امت کیلئے ماں کا حکم رکھتی ہیں اور ظاہر ہے کہ والدہ کا بھائی ''ماموں'' ہوا کرتا ہے اس اعتبار سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پوری امت کیلئے بمنزلہ ''ماموں'' کے ہوئے۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ بیوی کا بھائی برادر نسبتی یا زیادہ واضح الفاظ میں ''سالا''

کہلاتا ہے، سو یہ خصوصیت بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اور اس خصوصیت میں اس روایت کو ملانے سے مزید اضافہ ہو جاتا ہے جسے علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں حرث بن ابی اسامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ فرمان رسالت ہے ''اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں جس خاندان کی لڑکی سے نکاح کروں گا یا جس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا، یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔''

تیسری خصوصیت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تیسری خصوصیت ''جو بعد کی امت کے لحاظ سے انتہائی اہم ہے'' ان کا شرف صحابیت ہے، وہ نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے بلکہ انتہائی قابل اعتماد صحابی تھے، دلیل کیلئے اگلے صفحات ملاحظہ فرمائیے۔

چوتھی خصوصیت

فن تحریر سے واقفیت رکھنے اور اس کوچہ کی راہ نوردی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اتنا کمال پیدا کر لیا تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد اس فن کا ماہر ترین اگر کوئی آدمی تھا تو وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور اس مہارت کی وجہ سے قدرت نے ان سے بڑی اونچی خدمت لی۔

پانچویں خصوصیت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان خصوصی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی تحریر کرنے کیلئے مخصوص کر رکھا تھا اسی وجہ سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی کے جلیل القدر لقب سے پکارے اور یاد کئے جاتے ہیں، علامہ ابن حزم نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے اور کتابت وحی و خطوط کے علاوہ ان کا دوسرا کوئی اور مشغلہ نہ تھا۔

پھر سیرت حلبیہ کے مصنف کا یہ بیان اور بھی حیرت زا ہے کہ سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کو ''کاتب وحی'' مقرر کرنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلے میں حضرت جبریل سے مشورہ بھی کیا تھا، تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ وہ امانت دار آدمی ہیں، انہیں اپنا کاتب بنا لیجئے۔

اس امانت اور ذہانت کے کیا کہنے جس کا اعتراف سید الملائکہ جبریل کو بھی ہے جس کا اظہار کر کے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں کاتب وحی بنا لینے کا مشورہ بھی دیا۔

چھٹی خصوصیت

اس خصوصیت کے تذکرے سے پہلے اپنے مخاطب کے ذہن کو متوجہ کرنے کیلئے راقم الحروف ایک سوال کا جواب چاہتا ہے، سوال یہ ہے کہ میرے پاس تین آدمی آئے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک تو ایسا عالم ہے جس کے علم سے صرف اسی کو نفع ہو رہا ہے دوسروں کو نہیں، دوسرا آدمی وہ ہے کہ جس کے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچ رہا ہے، لیکن خود اس کی اپنی ذات کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا اور تیسرا آدمی وہ ہے کہ جس کے علم سے دوسروں کو بھی فائدہ ہو رہا ہے اور خود اس کی اپنی ذات کو بھی، ذرا سوچ کر جواب دیجئے کہ ان میں سے کون زیادہ بہتر ہے؟

یقیناً آپ تیسرے آدمی کے حق میں بہتری کی گواہی دیں گے جس سے دوسروں کو بھی فائدہ ہو اور خود اسے بھی اپنے علم سے فائدہ ہو، اس مثال کو ذہن میں رکھ کر اب آپ ترمذی شریف کی وہ مشہور حدیث پڑھئے جس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ دعا دی تھی۔

﴿اللھم اجعلہ ھا دیا مھدیا واھدبہ﴾

''اے اللہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہادی اور مہدی بنا دے اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت کی نعمت سے مالا مال فرما دے۔''

مطلب یہ ہے کہ ہدایت کے سرچشمے سے معاویہ رضی اللہ عنہ خود بھی فائدہ اٹھاتے رہیں اور دوسروں کو پہنچانے کا ذریعہ بھی بنتے رہیں۔

ساتویں خصوصیت

سب سے پہلے تو اس بات کو ذہن میں محفوظ یا تازہ کر لیجئے کہ باب فضائل میں ضعیف حدیث بھی حجت ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ موضوع روایت کا مقام سوائے ردی کی ٹوکری کے اور کہیں نہیں، اس اصول کو ذہن میں مستحضر رکھ کر ذیل کا واقعہ پڑھئے جسے علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

"عوف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مقام "اریحا" کی مسجد میں قیلولہ کر رہے تھے، یکا یک ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر چلا آ رہا ہے، انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے، شیر نے کہا ٹھہرو، میں تمہارے ہی پاس بھیجا گیا ہوں، ایک پیغام تمہارے متعلق بیان کرتا ہوں، عوف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے؟ شیر نے کہا اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر کر دو کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں، میں نے پوچھا کہ معاویہ کون؟ شیر نے کہا ابوسفیان کے بیٹے۔"

(مناقب امیر معاویہ ص ۲۹)

گو کہ اس واقعے کا ایک راوی مجروح ہے تاہم مجموعی اعتبار سے اس پر کوئی اعتراض "سوائے ضعف کے" وارد نہیں ہوتا اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہل جنت میں سے ہونے کو اس طرح ثابت کیا کہ ان کے اہل زمانہ کو بھی خبر ہو جائے اور بعد میں آنے والے کسی نام نہاد محقق کی ہر اس تحقیق پر مٹی بھی ڈال دی جائے جو کسی بھی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص یا تنقید پر مشتمل ہو۔

آٹھویں خصوصیت

حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی قوم کیلئے اجتماعی طور پر کوئی دعاء کرنا اس

قوم کی کایا پلٹنے کیلئے کافی ہوسکتا ہے، اہل طائف اس کی زندہ مثال بن کر سامنے آئے، قبیلہ اوس کا وفد بھی اس معجزانہ دعاء کی قبولیت کی ایک مثال تھا، اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مخصوص فرد کیلئے کوئی دعا کریں تو معراج قبولیت پر اس کا فائز ہونا کیونکر باعث شک و تردد ہو؟ اب ان دعاؤں پر غور فرمایئے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے نکلیں اور شرف قبولیت سے سرفراز ہوئیں، اس سلسلے میں سب سے پہلی دعا تو وہی ہے جس کا تذکرہ چھٹی خصوصیت میں کیا گیا ہے۔

"اللھم اجعله هادیا مهد یا واهدبه"

دوسری دعاء وہ ہے جسے حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"اللهم علم معاوية الكتاب والحساب، وقه العذاب"

"یا اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو حساب کتاب کا علم بھی عطاء فرما اور اسے اپنے عذاب سے محفوظ بھی فرما۔"

اس دعا کے الفاظ جتنے قابل رشک ہیں، مضمون اس سے بھی زیادہ قابل رشک ہے اور بلاشبہ اس نوعیت کی دعا لسانِ نبوت سے نکلنا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی خصوصیت ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

تیسری دعاء وہ ہے جسے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿اللهم املأه علما﴾

"یا اللہ! معاویہ کے بطن کو علم سے بھر دے"

اس مبارک دعاءِ نبوی کو سمجھنے کیلئے اس کا پس منظر معلوم کرنا ضروری ہے چنانچہ مذکورہ دونوں مصنفین نے پوری حدیث نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سواری پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیا (اور اس صورت میں جسم کا مس ہونا ضروری ہے چنانچہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا

کہ تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مس ہو رہا ہے؟ (یہ سوال غایت التفات کیلئے تھا) عرض کیا کہ میرا پیٹ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جسم سے مس ہو رہا ہے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دعاء دیتے ہوئے فرمایا، اے اللہ! ان کا پیٹ حلم اور علم سے بھر دے۔

مقام غور یہ ہے کہ انسان پیٹ میں تو کھانا بھرتا ہے، نیز اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بھوک تنگ نہ کرے، پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے یہ دعاء کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غذا سوائے حلم اور علم کے اور کچھ نہیں۔

چوتھی دعاء وہ ہے جسے مجمع الزوائد میں نقل کیا گیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"اللھم علمه الكتاب، ومكن له في البلاد، وقه العذاب"

"اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطاء فرما، شہروں میں حکومت سے سرفراز فرما اور انہیں اپنے عذاب سے محفوظ فرما۔"

"کتاب کے علم" سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو باتیں سامنے آتی ہیں، ایک تو یہ کہ انہیں "الکتاب" یعنی قرآن کریم کا علم عطا فرما دے اور دوسری یہ کہ انہیں فن کتابت وتحریر کا علم مزید عطا فرما دے اور یہ دونوں ہی مطلب صحیح ہیں۔

"شہروں میں حکومت سے سرفراز فرما" کے الفاظ کس صراحت اور وضاحت سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے تاج وتخت خلافت کو ثابت کر رہے ہیں، اس کا اندازہ میرے مخاطب کو مجھ سے زیادہ ہی ہوگا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کیلئے درازی عمر، برکت رزق اور اولاد میں اضافہ کی نبوی دعاء تو قبول ہو جائے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے کی جانے والی دعاء کی قبولیت میں شک کیا جائے؟ یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقبول دعاؤں میں قبولیت یا عدم قبولیت کا شک کرنا بھی انسان کے ایمان کو مشتبہ کرنے کیلئے کافی سے زیادہ ہے۔

اب ان دعاؤں پر مجموعی اعتبار سے غور کیجئے تو بات اور واضح ہو کر سامنے آئے گی

کہ اس دنیا میں سب سے قیمتی ترین موتی ''جو اللہ کے خزانے سے بندوں کو عطاء کیا جاتا ہے'' ہدایت ہے، پھر ہدایت کے حصول کے بعد انسان کا ذریعہ ہدایت بن جانا نورٌ علی نور ہے لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب انسان کے پاس علم کی روشنی ہوگی اور صرف علم نہیں بلکہ بھرپور علم، جب ہدایت حاصل ہوگئی، انسان ذریعہ ہدایت بھی بن گیا اور پھر پورا علم بھی آ گیا تو اب لازم ہے کہ اسے حکومت عطا کر دی جائے کیونکہ حکومت کا بارِ گراں کسی جاہل کے کندھوں پر نہیں رکھا جا سکتا، اس کے بعد پھر ایک ہی چیز بچتی ہے کہ انسان عذاب جہنم سے محفوظ ہو جائے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان جنت میں داخل ہو جائے، سو ان دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے دنیا و آخرت دونوں کی سعادتوں اور کامیابیوں کی دعا فرمائی ہے جس کا قبول ہونا یقینی ہے۔

نویں خصوصیت

علامہ حلبی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''معاویہ! میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو، جنت کے دروازے پر تم مجھ سے ان دونوں انگلیوں کی طرح گھسر کر تنگی کرتے ہوئے چلو گے'' یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں درمیانی انگلیوں اور ان سے ملی ہوئی برابر کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نگاہ نبوت میں مقام و مرتبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کا ایک واضح ترین ثبوت ملتا ہے اور یہ کہ جنت میں بھی وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا قریب ہوں گے جیسے ایک انگلی دوسری انگلی کے قریب ہوتی ہے۔

دسویں خصوصیت

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک معاملہ درپیش تھا، حضرات شیخین خدمت اقدس میں حاضر تھے، آقائے کل جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مشورہ طلب کیا اور دو مرتبہ فرمایا اس معاملے میں مجھے کوئی مشورہ دیجئے۔ حضرات شیخین ہر مرتبہ ''اللہ و رسولہ اعلم''

کہتے رہے۔اس کے بعد حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ آئے اور خدمت نبوی میں قیام پذیر ہو گئے، لسان نبوت سے ارشاد جاری ہوا کہ وہ معاملہ ''معاویہ'' کے سامنے پیش کرو کیونکہ یہ قوی بھی ہیں اور امین بھی۔ (مناقب سیدنا امیر معاویہ ص ۳۸)

طوالت کتاب کے اندیشے سے بچتے ہوئے عجلت میں نوک قلم پر آ جانے والی ان دس خصوصیات پر اکتفاء کرتے ہوئے راقم الحروف یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوت میں جو مقام اور مرتبہ حاصل تھا اور جس کا کچھ اندازہ مذکورہ خصوصیات سے بھی ہوا، وہ اپنی جگہ انتہائی قابل رشک تھا اور بہت سی چیزوں میں ان کا کوئی حصہ دار بھی نہ تھا۔

اگلے باب میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کتاب حیات سے سو دلچسپ واقعات مستعار لئے جا رہے ہیں جس میں ان کے زمانہ امارت وخلافت سے لیکر ان کی وفات تک کے اہم واقعات قارئین کے سامنے آئیں گے اور انہوں نے مختلف مواقع پر جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان پر بھی روشنی پڑ سکے گی، نیز ان کی سیرت کے وہ اجلے اور صاف ستھرے کردار امت کے سامنے آسکیں گے جنہیں اپنانے کی اس وقت شدید ضرورت ہے۔



باب چہارم

﴿کتاب حیات﴾

واقعہ نمبر ۱: ﴿بحری جہاد اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشہور صحابیہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لیجایا کرتے تھے اور وہ فرط عقیدت میں آپ کی خدمت میں کھانا حاضر کیا کرتی تھیں، یاد رہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے حسب معمول آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور کھانے سے فراغت کے بعد آپ کا سر دیکھنے لگیں (کہ کہیں جوئیں وغیرہ تو نہیں پڑ گئیں، یہ محض خدمت تھی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک میں کبھی جوئیں نہیں پڑیں) تھوڑی ہی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ لگ گئی۔

بیدار ہوئے تو آپ کے رخ زیبا پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی، حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کون سی خوشی کی خبر ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کے رخ انور پر مسکراہٹ موجود ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا (دراصل میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ) میری امت کے کچھ لوگ ''جو راہ خداوندی میں جہاد کے شوق اور جذبہ سے لبریز ہیں'' میرے سامنے پیش کئے گئے جو سطح سمندر پر اس طرح سوار چلے جا رہے تھے جیسے تخت پر بادشاہ بیٹھے ہوئے ہوں، میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل ہونے کا موقع عنایت فرمادے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمادی۔

تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر سر رکھا تو دوبارہ نیند نے آلیا اور اس مرتبہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور وہی پہلا سوال جواب ہوا، اس مرتبہ بھی میں نے ان لوگوں میں شامل ہونے کی دعا کرنے کیلئے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم

پہلے گروہ اور لشکر میں ہو۔ چنانچہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہ سمندری جہاد میں شریک ہوئیں اور ابھی سمندر سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہونے لگی تھیں کہ اس سے گر کر ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہوں نے وہیں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (بخاری شریف: ۲۷۸۸)

فائدہ: بخاری شریف میں ذکر کردہ یہ واقعہ نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ بخاری شریف ہی کا اسی موقع کی مناسبت سے دوسرا واقعہ نقل نہ کیا جائے۔ سو اولاً تو دوسرا واقعہ پیش کیا جاتا ہے پھر مؤلف کو اس واقعے سے جو مقصد ثابت کرنا ہے وہ معروض ہوگا۔

واقعہ نمبر ۲: پہلا بحری لشکر

عمیر بن اسود عنسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جو کہ ساحل حمص پر پڑاؤ ڈالے ہوئے اپنے خیمے میں موجود تھے، ان کی زوجہ محترمہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں، اس موقع پر حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے ہمیں یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا میری امت میں بحری جہاد کیلئے جانے والا سب سے پہلا لشکر اپنے لئے جنت کو واجب کر چکا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ فرمایا، ہاں! تم ان میں شامل ہو، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیصر روم کے شہر میں سب سے پہلے جہاد کرنے والا لشکر جو میری امت میں سے ہوگا، ان سب کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ فرمایا نہیں۔ (بخاری شریف: ۲۹۲۴)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے مندرجہ ذیل تاریخی حقائق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاد میں شریک ہوئیں۔

۲۔ یہ بحری جہاد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔

۳۔ بحری جہاد کیلئے جانے والا اسلامی تاریخ کا یہ سب سے پہلا لشکر تھا۔

۴۔ اس جہاد میں شریک ہونے والوں کیلئے جنت کا فیصلہ ہو چکا۔

۵۔ مؤرخین کے مطابق سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دور فاروقی ہی سے شام کے گورنر تھے، تاہم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجازت نہ ملنے کے سبب وہ ان کے دور خلافت میں ہی بحری جہاد کا آغاز نہ کر سکے لیکن جب دور عثمانی میں انہیں بارگاہ خلافت سے اس کی اجازت ملی تو آپ نے کمال محنت سے ایک بحری بیڑہ تیار کروایا اور ۲۷ھ میں بحیرہ روم کے جزیرہ قبرص پر حملہ کر کے ۲۸ھ میں اسے فتح کر لیا۔ یہ ان کی تاریخی خصوصیت ہونے کے ساتھ ساتھ لسان نبوت سے ملنے والی وہ عظیم الشان سعادت اور دلیل قرب تھی جو قدرت نے ازل سے ہی ان کیلئے مقدر فرما رکھی تھی۔

واقعہ نمبر ۳: سیدنا امیر معاویہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کروانا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب حیات کا ایک روشن ترین ورق الٹتے ہوئے ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وضو کا پانی لیکر گیا۔ نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی سے وضو فرمایا اور میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے معاویہ! اگر تمہیں کسی علاقے کا امیر بنایا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کا دامن تھامے رکھنا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلنے والے ان الفاظ کی وجہ سے مجھے یہ خیال لگا رہا کہ اس سلسلے میں مجھے آزمایا جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مجھے امیر بنا دیا گیا۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۴۱۳)

فائدہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برادر محترم سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (یہ وہ یزید نہیں جس کے زمانے میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا المناک واقعہ پیش آیا، وہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا، نہ کہ بھائی) خلافت فاروقی کے زمانے میں شام کے گورنر تھے، ان کے انتقال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا گورنر بنا دیا اور وہ دور عثمانی میں بھی "باوجودیکہ دیگر ممالک کے بہت سے گورنروں کو معزول کر کے ان کی جگہ دوسرے افراد کی

تقرری کا سلسلہ جاری تھا'' شام کے گورنر رہے، ازاں بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے معاہدہ صلح طے ہونے کے بعد آپ پوری ملت اسلامیہ کے متفق علیہ خلیفہ قرار پائے اور تاریخ گواہ ہے کہ اپنے زمانہ امارت و خلافت میں انہوں نے اس نصیحت پر سختی سے عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں فرمائی تھی۔

واقعہ نمبر ۴: ﴿اللہ اور رسول بھی معاویہؓ کو چاہتے ہیں﴾

ایک دن حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے، دیکھا کہ امیر معاویہ کا سر اپنی بہن کی گود میں ہے اور وہ ان کے جوئیں دیکھ رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا تمہیں معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت ہے؟ ام المؤمنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اپنے بھائی سے محبت کیوں نہ ہوگی؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور رسول بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو چاہتے ہیں۔

(مناقب امیر معاویہ ص ۳۳ وفی سندہ مقال)

واقعہ نمبر ۵: ﴿افریقہ کی کامیاب جنگ﴾

افریقہ یعنی تیونس، الجزائر اور مراکش قیصر کے زیر حکومت تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں بکثرت فتوحات ہوئی تھیں اور قیصر کے بہت سے مقبوضات اس کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے، اس لئے وہ جوش انتقام سے لبریز ہو رہا تھا، چنانچہ اس نے مسلمانوں سے انتقام اور ملک کو واپس لینے کیلئے بڑی زبردست تیاریاں کیں، اور ابن اثیر کے بیان کے مطابق قیصر نے اس سے پہلے کبھی بھی مسلمانوں کے مقابلے کیلئے اتنا اہتمام نہ کیا تھا، جنگی جہازوں کی تعداد چھ سو تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فاتح افریقہ مدافعت کیلئے بڑھے، جب دونوں بیڑے بالمقابل آئے تو اتفاق سے اسلامی بیڑے کے خلاف ہوا کے نہایت تیز و تند طوفان چلنے لگے، اس لئے طرفین نے ایک شب کیلئے صلح کر لی اور دونوں اپنے اپنے مذہب کے مطابق رات بھر عبادت و دعا میں مصروف رہے، صبح

ہوتے ہوتے رومی ہمہ تن تیار تھے اور دونوں بیڑے آپس میں مل چکے تھے، اس لئے رومیوں نے فوراً حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دیا، سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں اور اس قدر گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہو گیا، رزم گاہ سے لیکر ساحل تک خون کی موجیں اچھلتی تھیں، آدمی کٹ کٹ کر سمندر میں گرتے تھے اور پانی انہیں اچھال کر اوپر پھینکتا تھا، یہ ہولناک منظر بڑی دیر تک قائم رہا، طرفین نہایت ہی پامردی کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے لیکن آخر میں مسلمانوں کے عزم وثبات اور جان سپاری نے رومیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور قسطنطین نے جہاز کا لنگر اٹھا دیا۔

(سیر الصحابہ ج ۶ ص ۵۱، ۵۲)

فائدہ: امارت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے کی یہ ایک اہم ترین جنگ تھی جس میں فتح و نصرت اور تائید غیبی نے انہیں کامیابی سے ہم کنار کیا اور دشمنان دین کیلئے شکست کو مقدر کیا، واقعہ کی تفصیلات دوبارہ پڑھئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمت و شجاعت کی داد دیجئے۔

واقعہ نمبر ۶: دور معاویہؓ میں اظہار رائے کی آزادی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے کسی کام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، وہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا مسور! آپ ائمہ (امراء) پر جو طعن کیا کرتے ہیں اس کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا اس وقت اس بات کو رہنے دیجئے اور جس کام کیلئے ہم آئے ہیں، اس میں ہمارے ساتھ نیک سلوک کیجئے، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، آپ مجھے اپنے دل کی ساری باتیں بتائیے۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں جتنے عیب ان پر لگایا کرتا تھا وہ سب بیان کر دیئے، ایک (بھی) نہیں چھوڑا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا گناہوں سے بری کوئی نہیں، کیا آپ اپنے اندر ایسے گناہ محسوس نہیں کرتے جن کے بارے میں آپ کو یہ خوف ہو کہ اگر اللہ نے انہیں معاف نہ فرمایا تو آپ کو ہلاک کر دیں گے؟ میں نے عرض کیا ہاں! میرے بھی ایسے گناہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہ فرمائے تو میں ان کے سبب

سے ہلاک ہو جاؤں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ مغفرت کا مستحق سمجھتے ہیں؟ خدا کی قسم! میں عوام کی اصلاح، حدود شرعیہ کی اقامت اور جہاد فی سبیل اللہ کی جن خدمات میں مشغول ہوں، وہ ان عیوب سے زیادہ ہیں جو آپ نے بیان کئے اور میں ایک ایسے دین کا پیرو ہوں جن میں خدا حسنات کو قبول فرماتا اور سیئات سے درگزر فرماتا ہے۔

اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"واللّٰہ علی ذلک ما کنت لاخیر بین اللہ وغیرہ الااخترت اللّٰہ علی غیرہ مما سواہ"

"اس کے علاوہ خدا کی قسم! جب بھی مجھے اللہ اور غیر اللہ کے درمیان اختیار ملتا ہے، میں اللہ کے سوا اور کسی کو اختیار کرنے والا نہیں ہوں"

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے ارشادات پر میں غور کرتا رہا تو مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے واقعۃً دلائل میں مجھے مغلوب کر دیا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت مسور رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو ان کے حق میں دعاءِ خیر فرماتے۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۰۰، ۱۰۱)

واقعہ نمبر ۷: ﴿خوف وخشیت کا پیکر﴾

شُفَیًّا اصبحی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک آدمی کے پاس بہت سے لوگوں کا مجمع موجود ہے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، یہ سن کر میں اتنا قریب ہوا کہ ان کے بالکل سامنے جا کر بیٹھ گیا، اس وقت وہ لوگوں کے سامنے احادیث مبارکہ بیان کر رہے تھے۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے درس سے فارغ ہوئے اور تخلیہ ہوا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت! آپ کو فلاں فلاں حق کا واسطہ، مجھے کوئی ایسی حدیث سنایئے جو

آپ نے خود نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو، سمجھی ہو اور اس کا علم حاصل کیا ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اچھا! میں تمہیں ایسی ہی حدیث سناتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سامنے ذکر فرمائی، میں نے اسے سمجھا اور اس کا علم حاصل کیا، یہ کہہ کر چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا اور افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت اس گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے علاوہ کوئی تیسرا آدمی موجود نہ تھا۔ یہ کہہ کر پھر بڑے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ کو افاقہ ہوا تو اپنے چہرے کو پونچھتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی گھر میں بیان فرمائی تھی اور صورت حال یہ تھی کہ میرے اور آپ کے علاوہ اس گھر میں اور کوئی نہ تھا، یہ کہہ کر پھر زور سے چیخ ماری اور غش کھا کر چہرے کے بل گر پڑے۔

میں انہیں سہارا دیکر کافی دیر تک بیٹھا رہا، پھر جب ان کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے کیلئے نزول اجلال فرمائیں گے اور جس وقت ہر قوم گھٹنوں کے بل گری پڑی ہو گی تو سب سے پہلے فیصلے کیلئے جس آدمی کو بلایا جائیگا وہ، وہ شخص ہو گا جس نے قرآن کریم کو اپنے سینے میں جمع کیا (حفظ کیا اور اس کا علم حاصل کیا) اور وہ آدمی جو راہ خدا میں شہید ہوا اور وہ آدمی جسے بہت مال و دولت سے نوازا گیا تھا۔

قاری قرآن سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے اپنے پیغمبر پر جو قرآن نازل کیا تھا، کیا تجھے اس کا علم نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا اے رب! کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پھر تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں دن رات اسی قرآن میں مصروف رہتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی اس کی تکذیب کریں گے، پھر اللہ فرمائیں گے درحقیقت تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ کہیں ''فلاں آدمی

قاری ہے" سووہ کہا جاچکا۔

اس کے بعد مال دار آدمی کو لایا جائیگا، اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائیں گے کیا میں نے تجھے اتنی کشادگی اور فراخی نہیں دی تھی کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں چھوڑا؟ وہ عرض کرے گا پروردگار! کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو پھر تو نے میری عطاء میں کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں صلہ رحمی اور صدقہ خیرات کرتا تھا، ارشاد باری ہوگا تو جھوٹ بولتا ہے، فرشتے بھی اس کی تکذیب کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے درحقیقت تو یہ کہلوانا چاہتا تھا کہ "فلاں آدمی بڑا سخی ہے" سووہ کہا جاچکا۔

اس کے بعد راہ خدا میں جام شہادت نوش کرنے والے شہید کو لایا جائیگا، اس سے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے کہ تجھے کیوں قتل کیا گیا؟ وہ عرض کرے گا کہ مجھے آپ کے راستے میں جہاد کرنے کا آپ کی طرف سے حکم ملا، سو میں نے اس حکم کی تعمیل میں جہاد کیا اور اس میں اپنی جان کی بازی لگادی، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے فرشتے بھی اس کی تکذیب کریں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ درحقیقت تو یہ کہلوانا چاہتا تھا کہ "فلاں آدمی بڑا اجری ہے" سووہ کہا جاچکا۔

یہ حدیث سنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا ابوہریرہ! مخلوقات خداوندی میں یہی سب سے پہلے تین گروہ ہوں گے جن سے قیامت کے دن نار جہنم کو دہکایا اور بھڑکایا جائیگا۔

عقبہ بن مسلم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کرنے والے یہی "شُفیا" تھے۔ نیز ابوعثمان کے بقول علاء بن ابی حکیم سے مروی ہے کہ "وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جلاد تھے" ، ایک آدمی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی، جسے سن کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے جب ان لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو باقی لوگوں کا کیا بنے گا؟ یہ کہہ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا روئے، اتنا روئے کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں یہ اپنی جان سے ہی نہ چلے جائیں اور ہم آپس میں کہنے لگے یہ آنے والا آدمی کسی اچھے ارادے

سے نہیں آیا (ورنہ ایسی حدیث نہ سناتا جس سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر پڑا۔)

کافی دیر گزرنے کے بعد جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت سنبھلی اور انہوں نے اپنے چہرے کو پونچھ کر صاف کیا تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا کہ ”جو آدمی دنیا کی زندگی اور اس کی زیبائش و آسائش چاہتا ہے، ہم اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دنیا ہی میں دیدیتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی لیکن آخرت میں ان لوگوں کا حصہ سوائے جہنم کی آگ کے اور کچھ نہیں ہوگا اور دنیا میں کی گئی ساری محنتیں ضائع اور سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے۔“ (سورہ ہود: ۱۵،۱۶) (ترمذی شریف: ۲۳۸۲)

واقعہ نمبر ۸: ﴿مجھے شرم آتی ہے﴾

حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے منہ پر بہت برا بھلا کہا اور ان کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آیا، کسی نے کہا کہ آپ اس پر حملہ کیوں نہیں کرتے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”انی لاستحیی من اللہ ان یضیق حلمی عن ذنب احد من رعیتی“

”مجھے اللہ سے اس بات پر شرم آتی ہے کہ میری بردباری میری رعایا کے کسی گناہ سے تنگ ہو جائے۔“ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۰۱)

واقعہ نمبر ۹: ﴿معاویہؓ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت کریب نے آکر آپ سے شکایت کے لہجے میں بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی تین رکعتوں کی بجائے ایک رکعت پڑھی ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

”اصاب ای بنی لیس احدمنا اعلم من معاویة“

”اے بیٹے! جو کچھ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا، صحیح کیا، کیوں کہ ہم میں

معاویہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں۔"

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۶۷)

فائدہ: اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ وتر کے سلسلے میں تین رکعتوں ہی کی ہے اور یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دوسری احادیث کی روشنی میں ایک رکعت وتر پڑھنے کا عمل "جو کہ یقیناً دائمی نہ تھا" ان کی مجتہدانہ شان کا مظہر تھا تاہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

واقعہ نمبر ۱۰: ﴿چھ ہزار دینار کی ضرورت﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن "اروی" آئیں، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا اور بڑی گرم جوشی سے پوچھا مرحبا خالہ جان! مزاج کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بالکل صحیح ہوں، یہ کہہ کر انہوں نے اہل بیت کے فضائل بیان کئے اور درمیان میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سخت الفاظ بھی کہے، وہاں موجود ایک بزرگ سے اس وجہ سے تکرار بھی ہوئی کہ انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سخت الفاظ کیوں کہے؟

لیکن سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے درمیان میں پڑ کر بات کو ختم کرتے ہوئے فرمایا خالہ جان! حکم فرمایئے کیا خدمت کی جائے؟ اروی کہنے لگیں کہ مجھے اس وقت چھ ہزار دینار کی ضرورت ہے، دو ہزار تو مفلس بن حارث کیلئے درکار ہیں، دو ہزار دینار نادار اور تنگدست لوگوں کی شادی کیلئے مطلوب ہیں اور دو ہزار وقت بے وقت کی چھوٹی موٹی ضرورتوں کیلئے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت چھ ہزار دینار منگوا کر ان کے حوالے کئے اور وہ خوش و خرم واپس چلی گئیں۔ (تلخیص از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۱۱۱)

واقعہ نمبر ۱۱: ﴿کوئی عمدہ قطعہ اراضی پسند کیجئے﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو مصر کا

گورنر مقرر کیا وہ مصر کے ایک گاؤں میں اپنی رہائش کیلئے ایک مکان تعمیر کروانا چاہتے تھے جس کیلئے انہیں زمین درکار تھی، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی ضرورت کی تکمیل کیلئے ایک ہزار جریب زمین عطا فرما دی، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اجازت ملنے کے بعد ایک غیر آباد زمین جو کسی کے قبضے میں نہ تھی، اپنے لئے منتخب کی، ان کا نوکر کہنے لگا کوئی عمدہ قطعہ اراضی پسند کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، کیونکہ معاہدہ میں جو شرائط طے کی گئی ہیں، ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ذمیوں کی زمین پر ان ہی کا قبضہ رہے گا۔

(تلخیص از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۹۲)

فائدہ: اس ایک واقعے میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے مثال سخاوت اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بے مثال اطاعت دونوں وضاحت کے ساتھ نمایاں ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲: ﴿دیوان خاتم کا قیام﴾

ایک مرتبہ ایک شخص نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنی کسی ضرورت کا تذکرہ کیا، انہوں نے زیاد کے نام فرمان لکھ دیا کہ اسے ایک لاکھ روپے دیدیئے جائیں، اس شخص نے وہ فرمان کھول کر پڑھا اور ایک کی جگہ دولاکھ بنا دیئے اور زیاد سے جا کر دولاکھ روپے وصول کر لئے، جب زیاد نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حساب کے کاغذات پیش کئے تو پتہ چلا کہ وہ آدمی تو ایک لاکھ کی بجائے دولاکھ روپے لے گیا ہے، اسی دن سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے "دیوان خاتم" قائم کیا، جس میں ہوتا یہ تھا کہ کوئی بھی شاہی فرمان صادر ہونے کے بعد پہلے دفتر میں آتا تھا، منشی رجسٹر پر اسے نقل کرتا تھا، اس کے بعد اصل فرمان شاہی کو ملفوف کر کے اس پر مہر لگا دیتا تھا جس سے اس قسم کی خرابیوں کا سدباب ہو گیا۔

(تلخیص از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۸۷)

واقعہ نمبر ۱۳: ﴿خلیفہ وقت کے سامنے اظہار رائے﴾

ابن خلدون نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی

بن حاتم رضی اللہ عنہ کو چھیڑا، اور مذاق میں انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے پر توبیخ کی، اس کے جواب میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! جن دلوں سے ہم نے تمہیں برا سمجھا تھا وہ ابھی ہمارے سینوں میں ہیں، اور جن تلواروں سے تمہارا مقابلہ کیا تھا وہ ابھی ہمارے کاندھوں پر لٹکی ہوئی ہیں اور اب اگر تم غدر کی طرف ایک بالشت بڑھے تو ہم جنگ کی طرف دو ہاتھ بڑھ جائیں گے اور یاد رکھنا کہ ہمیں اپنی شہ رگ کٹنے کی آواز اور سینے سے نکلنے والی موت کی سسکیاں زیادہ محبوب ہیں۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بری بات سنیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر لوگوں سے فرمایا یہ ساری باتیں حق ہیں، انہیں لکھ لو اس کے بعد وہ دیر تک حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے رہے۔

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۰۱،۱۰۲)

فائدہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت اور امیر المومنین ہونے کے باوجود جس صبر، حوصلے اور تحمل و بردباری کا مظاہرہ فرما رہے ہیں اگر کسی کو اس کا چھینٹا بھی نصیب ہو جائے تو بڑا امیر ہو جائے۔

واقعہ نمبر ۱۴: ﴿غالباً آپ لوگ بھول گئے﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو یاد ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں فلاں چیز سے منع فرمایا ہے، نیز چیتے کی کھال کے فرش کی بھی ممانعت فرمائی ہے، سب نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی، پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بھی بات آپ کے علم میں ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کے قران (ملانے) سے منع فرمایا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ اس کی ممانعت تو ہمارے علم میں نہیں ہے اس پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ جس طرح ابھی میں نے کچھ ممنوعہ چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، یہ بھی ان ہی میں سے ہے، غالباً آپ لوگ اس بات کو بھول گئے ہیں۔ (تلخیص از سیر الصحابہ ج ٦ ص ٩٦)

فائدہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قوت حافظہ کی واضح ترین دلیل یہ واقعہ ہے۔

واقعہ نمبر ۱۵: خطبہ جمعہ

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لوگو! میری بات توجہ سے اور مکمل غور وفکر کے ساتھ سنو اس لئے کہ میرے بعد تمہیں دین و دنیا کا مجھ سے زیادہ واقف کار کوئی نہیں ملے گا (اور حقیقۃً ایسا ہی ہوا) نماز کے دوران اپنے چہرے اور صفیں سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔ تم میں سے جو کم عقل ہیں، انہیں قابو میں رکھو ورنہ اللہ تم پر تمہارے دشمن مسلط کردے گا جس کی وجہ سے تم سختی میں پڑ جاؤ گے، نیز صدقہ خیرات کیا کرو، غربت و تنگدستی کا عذر اپنے پیش نظر مت رکھا کرو کیونکہ غریب آدمی کا صدقہ مالدار آدمی کے صدقہ سے زیادہ افضل ہے، عفیفہ اور پاکدامن عورتوں پر تہمت نہ لگایا کرو (کیونکہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کی کسی عورت پر بھی تہمت لگاتا ہے تو قیامت کے دن اس کا بھی مواخذہ کیا جائیگا۔ (بحوالہ مذکورہ)

واقعہ نمبر ۱٦: میرے والد بڑے تند مزاج ہیں

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری بزرگ کی خدمت میں پانچ سو دینار کی ایک خطیر رقم بطور ہدیہ کے بھیجی، لیکن انہیں یہ مقدار کم محسوس ہوئی اور انہوں نے اپنے بیٹے کو قسم دیکر کہا کہ اس تھیلی کو لیجاؤ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر مار آؤ، ان بزرگ کے صاحبزادے وہ تھیلی لیکر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے امیر المؤمنین! میرے والد بڑے تند مزاج ہیں، انہوں نے مجھے قسم دلا کر یہ حکم دیا ہے، اب مجھے بتایئے کہ ان کے حکم کی مخالفت کس طرح کروں؟

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا بیٹا! اپنے باپ کا حکم پورا کرو لیکن اپنے چچا (مراد خود سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نرمی کرنا اور زور سے نہ مارنا، صاحبزادہ یہ دیکھ کر شرمندہ ہوگیا اور تھیلی وہیں رکھ کر چلا گیا، اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نے وہ رقم دوگنی کر کے ان انصاری بزرگ کے پاس دوبارہ بھجوادی۔ (سیر الصحابہ ج۶ ص ۱۱۷)

واقعہ نمبر ۱۷: اچھا پھر صبر کرو

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت! مدینہ منورہ کے تقریباً سارے ہی باشندے مجھ سے ملاقات کیلئے آئے، لیکن حضرات انصار تشریف نہ لائے؟ انہوں نے جواباً فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی سواری نہیں جس پر سوار ہو کر آپ سے ملاقات کیلئے آئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزاحاً دریافت فرمایا کہ سواریاں کہاں گئیں؟ اس پر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بڑا سخت جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بدر کے دن تمہاری اور تمہارے والد محترم کی تلاش میں فنا ہو گئیں۔

اس کے بعد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم لوگ میرے بعد "ترجیح" دیکھو گے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ پھر اس موقع کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ہدایت دی تھی؟ فرمایا صبر کرنے کا حکم دیا تھا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوراً بولے اچھا پھر صبر کرو۔ (از سیر الصحابہ ج۶ ص ۱۱۸)

فائدہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی کا یہ "واقعہ" ادنیٰ ثبوت ہے۔

واقعہ نمبر ۱۸: حضرت مقدامؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ

ایک مرتبہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ، عمرو بن اسود اور بنی اسد کا ایک آدمی تینوں وفد کی صورت میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے علم میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں؟ یہ سن کر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، مجلس میں موجود ایک آدمی کہنے لگا کہ آپ اسے بھی مصیبت سمجھتے ہیں؟ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں؟ جبکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں اپنی گود میں لئے ہوئے دیکھا ہے اور حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے حسن مجھ سے ہے اور اور حسین علی سے، بنو اسد کا وہ آدمی بولا یہ تو ایک چنگاری تھی جسے اللہ نے بجھا دیا (العیاذ باللہ) یہ سن کر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور فرمانے لگے آج میں تمہیں ایسی کھری کھری باتیں سناؤں گا جو تمہیں ناگوار گزریں گی پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ معاویہ! میں کچھ باتیں آپ سے کرنا چاہتا ہوں، اگر سچ ہوں تو تسلیم کر لیجئے گا ورنہ رد کر دیجئے گا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی! حکم فرمایئے، حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے مردوں کو ممانعت نہیں فرمائی؟ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا۔

پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال یہ کیا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد کیلئے سونے کے استعمال کی ممانعت نہیں فرمائی؟ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، پھر پوچھا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اسے بچھانے سے منع نہیں فرمایا؟ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی جواب اثبات میں ہی دیا۔

یہ سن کر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ فرمانے لگے بخدا! معاویہ! یہ ساری چیزیں میں آپ کے گھر میں دیکھتا ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مقدام! مجھے معلوم ہے کہ میں آپ سے بچ نہیں سکتا (اس لئے آئندہ احتیاط کروں گا) اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو ان کے دونوں ساتھیوں سے بڑھ کر انعام واکرام سے سرفراز فرمایا اور ان کے صاحبزادے کیلئے بھی دو سو دینار مقرر فرما دیئے۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے وہ سارا مال و دولت اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا جبکہ اس اسدی شخص نے کسی کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دی، جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ تو ایک شریف وسخی آدمی ہیں جنہوں نے اس موقع پر بھی اپنی سخاوت کا اظہار فرمایا، باقی رہا وہ اسدی تو اس نے بڑی چالاکی سے اپنی چیز اپنے پاس ہی رکھی، کسی کے پاس جانے نہیں دی۔ (ابوداؤد: ۴۱۳۱)

واقعہ نمبر ۱۹: ایک آدمی مقرر کر دیا

ابو مریم ازدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دیکھ کر وہ فرمانے لگے آج تو آپ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا، میں نے کہا کہ ایک حدیث میں نے سن رکھی ہے وہ آپ کو سنانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ امور مسلمین کا والی بنائے اور وہ ان کی ضروریات، مسائل اور تنگدستی سے صرف نظر کر کے بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضروریات، مسائل اور تنگدستی سے صرف نظر فرما لیتا ہے، یہ سن کر اسی وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عوام الناس کی ضروریات کی تکمیل کیلئے ایک آدمی مقرر کر دیا۔ (ابوداود: ۲۹۴۸)

واقعہ نمبر ۲۰: اس پر بھی بردباری کا مظاہرہ؟

عبداللہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت دیر تک سخت سست کہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے تو لوگوں نے کہا کیا آپ اس پر بھی بردباری کا مظاہرہ فرمائیں گے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لوگوں اور ان کی زبانوں کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہتا، الا یہ کہ وہ ہماری حکومت کے درمیان حائل ہونے لگیں یعنی بغاوت پر آمادہ ہو جائیں۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۰۲)

واقعہ نمبر ۲۱: وہ مجھ سے زیادہ فقیہہ ہیں

طبرانی اور حافظ ابن عساکر نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، خطبے میں "فرار من الطاعون" کی حدیث ذکر فرمائی، اس میں کوئی فروگذاشت ہوگئی تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے بیچ ہی میں کھڑے ہو کر فرمایا۔

"تمہاری ماں ہندہ تم سے زیادہ عالم تھی"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز کے بعد حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس طرز کلام پر تو

زبانی تنبیہہ فرمائی مگر جب ان سے تحقیق ہوگئی کہ حدیث اسی طرح ہے جس طرح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے تھے تو عصر کی نماز کے بعد منبر سے خود اعلان فرمایا کہ

"میں نے تم سے منبر پر ایک حدیث ذکر کی تھی، گھر جا کر پتہ چلا کہ حدیث اسی طرح ہے جس طرح عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، لہٰذا ان ہی سے استفادہ کرو، کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہہ ہیں۔"

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۰۳)

واقعہ نمبر ۲۲: ﴿بچھو کم ہو گئے﴾

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نصیبین کے علاقے میں بچھوؤں کی اتنی کثرت تھی کہ وہاں کے لوگ ان سے سخت پریشان ہو گئے تھے، وہاں کے عامل نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی شکایت لکھ بھیجی اور اس سلسلے میں ان سے مشورہ مانگا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اہل شہر پر بچھوؤں کی ایک تعداد مقرر کر کے حکم جاری کر دیا جائے کہ ہر آدمی رات کو اتنے بچھو پکڑ کر لایا کرے چنانچہ عامل نصیبین نے یہ حکم جاری کر دیا اور لوگ مقررہ تعداد میں بچھو لانے اور مارنے لگے جس کی وجہ سے بچھوؤں کی تعداد انتہائی کم ہو گئی۔ (از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۹۰)

واقعہ نمبر ۲۳: ﴿یہ نکاح شغار ہے﴾

عبدالرحمٰن بن ہرمز کہتے ہیں کہ عباس بن عبداللہ نے اپنی بیٹی کا نکاح عبدالرحمٰن بن حکم سے کر دیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی بیٹی کا نکاح عباس سے کر دیا اور اس باہمی تبادلے ہی کو دونوں نے مہر قرار دے لیا، جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مروان کو خط لکھ کر ان دونوں میں تفریق کروانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی خط میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ نکاح شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد: ۲۰۷۵)

واقعہ نمبر ۲۴: خطبہ عاشوراء

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس سال حج کیلئے تشریف لے گئے تھے، اسی سال عاشوراء (دس محرم) کے دن منبر پر خطاب کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (انہیں بھی یہ حدیث معلوم ہوگی جو میں تمہیں سنانے لگا ہوں) میں نے خود اپنے کانوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ عاشورہ کا دن ہے، اللہ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا، تاہم میں روزہ سے ہوں، اس لئے جو چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری شریف: ۲۰۰۳)

واقعہ نمبر ۲۵: گلے میں رسی

حضرت جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے، جسے ایک بچہ کھینچ رہا ہے اور آپ اس سے کھیل رہے ہیں، جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بیوقوف چپ رہو! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر کسی کے پاس بچہ ہو تو وہ بھی بچوں کی سی حرکتیں کرلیا کرے تاکہ بچہ خوش ہوجائے۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۸۹)

واقعہ نمبر ۲۶: حضرت وائل بن حجرؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بابرکات میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جو "حضر موت" کے بادشاہ کے بیٹے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کیلئے حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقیم رہے، جب وہ واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے ساتھ کر دیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ساتھ ہو لئے۔

یہ پیدل تھے اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار، حضرت وائل رضی اللہ عنہ خاندانی

شہزادے تھے اور نئے نئے اسلام لائے تھے، اس لئے شہزادگی کی خوبو بھی باقی تھی اس لئے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بٹھانا گوارا نہ کیا، کچھ دور تک تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پیدل چلتے رہے مگر عرب کی صحرا کی گرمی، الامان والحفیظ! جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے تو تنگ آ کر حضرت وائل سے گرمی کی شکایت کی اور کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لیجئے، مگر وہ شہزادگی کی شان میں تھے، کہنے لگے یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمہیں سوار کر لوں، تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہو سکتے ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا اپنے جوتے ہی دید یجئے کہ ریت کی گرمی سے کچھ بچ جاؤں، مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے تمہارے لئے بس اتنا شرف کافی ہے کہ میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر چلتے رہو۔ مختصر یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوار ہونے دیا اور نہ اس قیامت خیز گرمی سے بچنے کا کوئی اور انتظام کیا اور سارا راستہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیدل طے کیا۔

ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہ تھے، وہ بھی سردار قریش کے بیٹے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کیلئے پیشانی پر شکن لائے بغیر ان کے ساتھ چلتے رہے، مگر یہی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آتے ہیں جب وہ خلیفہ بن چکے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں پہچانتے ہیں اور وہ سارا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ سب کچھ بھلا کر ان کی بھرپور مہمانداری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی عزت واکرام کا برتاؤ کرتے ہیں، اس واقعے سے آپ کے اخلاق کریمانہ، بلند حوصلگی اور عفو و درگزر کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۸۷، ۲۸۸)

واقعہ نمبر ۲۷: مسنون وضوء

مغیرہ بن فروہ اور یزید بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس طرح وضو کر کے دکھایا جس طرح انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو

کرتے ہوئے دیکھا تھا، جب سر پر مسح کرنے کی باری آئی تو ایک چلو پانی لیکر بائیں جانب سے سر کے بالکل بیچوں بیچ ڈالا، یہاں تک کہ وہ پانی ٹپکنے لگا یا ٹپکنے کے قریب ہوگیا، اس کے بعد انہوں نے سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کیا اور دونوں ہاتھ سر کے پیچھے لے گئے اور سر کے پیچھے سے لیکر واپس اگلے حصے تک لیکر آئے۔ (ابوداؤد: ۱۲۴)

فائدہ: خلیفہ وقت کی ایک اہم ترین ذمہ داری کا عملی ثبوت۔

واقعہ نمبر ۲۸: ﴿ایک فقہی مسئلہ، معاویہؓ سائل، علیؓ مجیب﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا کہ ایک آدمی نے کسی اجنبی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھا، اس نے جذبات سے مشتعل ہوکر ان میں سے ایک کو قتل کر دیا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں اس کا شرعی حکم متحضر نہ تھا، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان شاہی لکھا کہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ کا حل معلوم کر کے مجھے اس کا جواب بھیج دیں، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔

وہ متعجب ہوکر فرمانے لگے کہ اس نوعیت کے واقعات میرے یہاں تو نہیں ہوتے، میں آپ کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ مجھے اس واقعے کی ساری اصل صورت بتائیے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ساری صورتحال واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس مسئلہ کا حل پوچھا ہے اس پر سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قاتل (وہ آدمی جس نے اپنی بیوی کے ساتھ اجنبی آدمی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھا تھا) اگر (شرعی طور پر زنا کے اثبات کیلئے) چار گواہ پیش نہ کر سکے تو وہ اس قتل کا ذمہ دار ہوگا اور قصاصاً اسے قتل کیا جائیگا۔ (موطا مالک)

☆☆☆

واقعہ نمبر ۲۹: ایک مفرور سیدنا امیر معاویہؓ کی پناہ میں

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقرر شدہ گورنر عراق نے ایک آدمی کو ذمیوں پر عائد ٹیکس وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی، حساب کتاب کے وقت اس میں غبن ثابت ہوا اور مال کی حاصل شدہ مقدار کم محسوس ہوئی، وہ سزا کے خوف سے ڈر کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھاگ گیا، گورنر عراق نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ میرے ایک مفرور مجرم کا آپ کے پاس محفوظ ہو جانا اور سزا سے بچ جانا میری توہین ہے کیونکہ پھر تو ہر مجرم یہی کرنا شروع کر دے گا اس لئے براہ مہربانی اسے واپس میرے پاس بھیج دیجئے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم دونوں ہی سختی کرنا شروع کر دیں یا دونوں ہی نرمی کرنا شروع کر دیں جس کی وجہ سے لوگ گناہوں کی چراگاہ میں آزاد پھرتے پھریں یا سب کو باندھ کر رکھ لیں، اس طرح تو سب باغی اور تباہ و برباد ہو جائیں گے اس لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ تم سختی سے پیش آؤ، میں اس کی دلجوئی کروں اور اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کروں۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۴)

واقعہ نمبر ۳۰: دوران جنگ ایک عام سپاہی کا مددگار

حضرت ثابت جو ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں روم کے ایک غزوہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھا، جنگ کے دوران ایک عام سپاہی اپنی سواری سے گر پڑا اور اٹھ نہ سکا تو اس نے لوگوں کو مدد کیلئے پکارا، سب سے پہلے جو شخص اپنی سواری سے اتر کر اس کی مدد کو دوڑا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۸۳)



واقعہ نمبر ۳۱: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی نصیحت

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عادت کے مطابق حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اوراس میں ان سے فرمائش کی کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے جو مبارک کلمات آپ نے سماعت فرمارکھے ہوں، مجھے بھی ان سے بہرہ اندوز فرمائیے، اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جواباً یہ حدیث لکھ کر بھیجی کہ نبی مکرم سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضول گوئی، اتلاف مال (مال کو بے جا ضائع کرنے) اور کثرت سوال سے منع فرمایا ہے، آپ بھی ان چیزوں کو مدنظر رکھیں۔ (از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۱۳۰)

واقعہ نمبر ۳۲: کون بہتر؟

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا یہ بتائیے کہ بنو امیہ زیادہ اشرف وافضل ہیں یا بنو ہاشم؟ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے تو زمانہ جاہلیت کی مکمل تاریخ اور دونوں قبیلوں کے کارہائے نمایاں ذکر کیے، اس کے بعد فرمانے لگے کہ حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد بنو ہاشم کی فضیلت کو کون پہنچ سکتا ہے؟ (از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۱۱۳)

واقعہ نمبر ۳۳: تین شعر، تین لاکھ دینار

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربار عام کیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے اور درباری اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو مجھے کسی عربی شاعر کے تین ایسے مسلسل شعر سنائے جن میں سے ہر ایک شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا پورا ادا کر دیا گیا ہو، گو کہ دربار میں ایک سے بڑھ کر ایک شاعر موجود تھا لیکن یہ اعلان سن کر سب حیران وانگشت بدنداں تھے اور کسی میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔

اتنی دیر میں ابو خیب عبدالرحمٰن بن زبیر "جو کہ ایک مشہور عربی شاعر تھے" دربار میں آپہنچے، ان کے سامنے بھی اسی مطالبہ کو دہرایا گیا تو وہ کہنے لگے کہ میں آپ کو ایسے تین

شعر سنا سکتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ ہر شعر کے عوض ایک لاکھ سونے کی اشرفیاں وصول کروں گا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی، چنانچہ ابوخبیب نے اس نوعیت کے تین شعر سنائے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تین لاکھ دینار کا انعام وصول کر لیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴)

واقعہ نمبر ۳۴: قیصر روم کا خط

صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین عالم کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے تو قیصر روم ہرقل کو بھی ایک والا نامہ تحریر فرمایا، نامہ بر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے، قیصر کو جب خط ملا اس نے اس کی تکریم و تعظیم کی اور پھر اس کا جواب اپنے قاصد ''تنوخی'' کے ذریعے بھجوایا۔ التنوخی کا بیان اس موقع پر پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ حضور نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے سلسلے میں مقام تبوک پر اپنے صحابہ کے ہمراہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، (میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتا نہ تھا) میں نے لوگوں سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف اشارہ فرمایا۔

میں نے قیصر کا لکھا ہوا خط خدمت اقدس میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو وہ مراسلہ پڑھنے کیلئے دیدیا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اہل مجلس نے بتایا کہ یہ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں، الغرض! سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھ کر سنایا۔

(سیرت حضرت امیر معاویہ ج ۱ ص ۹۷)

فائدہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کتابت ہی کے نہیں، قرأت کے بھی فرائض انجام دیتے تھے۔

واقعہ نمبر ۳۵: اعتماد نبوت

ایک مرتبہ حضور نبی مکرم، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بلال بن حارث مزنی نامی ایک صاحب نے اسلام قبول کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ساحل سمندر پر

زمین کے کچھ قطعات الاٹ کر دیئے، اور جگہ متعین کر کے ان کے حوالے کر دی، اب ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو تحریری شکل میں لایا جائے تا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس بھی سند رہے، اس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں ساری صورت حال بتا کر ان سے ایک وثیقہ لکھوالیا جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت تحریر فرما دیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۱۰۱)

واقعہ نمبر ۳۶: سیدنا امیر معاویہؓ کی ایک خاص تحریر

ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عروہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عروہ سے دریافت فرمایا کہ اس ''خاص تحریر'' کا کیا ہوا؟ عروہ نے کہا کہ وہ تحریر میرے پاس محفوظ ہے، اس پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! وہ تحریر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی۔

واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کے والد محترم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک قطعہ اراضی متعین فرمایا اور اس کے متعلق وثیقہ کی تحریر مجھ سے لکھوائی، اتنی دیر میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، انہیں دیکھ کر سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور وثیقہ لکھوانا بند کر دیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمانے لگے شاید آپ کسی خاص کام میں مصروف تھے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا، تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کو مکمل کرنے کا حکم دیا اور میں نے یہ تحریر مکمل کی۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۱۳۳)

واقعہ نمبر ۳۷: انصار سے محبت

یزید بن جاریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں انصار کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا کہ ہم پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس قسم کی گفتگو میں

مصروف تھے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم انصار کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں بھی انصار کے متعلق ایک حدیث بیان کروں جو میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں! امیر المؤمنین! ضرور سنایئے۔

اس پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص انصار سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو شخص انصار سے بغض رکھتا ہے، اللہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۵۱)

واقعہ نمبر ۳۸: ﴿تحقیق روایت﴾

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک روایت بیان کی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے میرے بیان پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس روایت کی تصدیق اور تحقیق کیلئے خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا کہ آپ میری طرف وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کر کے روانہ فرمائیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ روایت تحریر کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ارسال فرمائی (تب جا کر انہیں اطمینان ہوا) (بحوالہ مذکورہ ص ۴۵۴)

واقعہ نمبر ۳۹: ﴿میں تحقیق کرنا چاہتا تھا﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ "جو مصر میں مقیم ہیں" سے درج ذیل روایت کے متعلق استفسار کریں کہ کیا انہوں نے یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے؟

"اللہ تعالیٰ ایسی امت کو پاک اور بابرکت نہیں کرتا جس امت میں
حق پر مبنی فیصلے نہیں کیئے جاتے اور جس امت کے ضعیف لوگ اپنا حق
قوی لوگوں سے بسہولت حاصل نہیں کر سکتے۔"

پھر تحریر فرمایا کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہیں کہ میں نے یہ روایت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے تو بذریعہ قاصد مجھے اطلاع دیں چنانچہ مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مذکورہ حدیث کے متعلق تحقیق کی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ یہ خبر لیکر مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ مصر سے شام پہنچے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تصدیق روایت کی اطلاع پہنچائی۔ اس پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ روایت میں نے خود بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھی تھی لیکن میں اس کی تحقیق کرنا چاہتا تھا۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۹)

واقعہ نمبر ۴۰: ﴿چادروں کی تقسیم کا واقعہ﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کچھ چادریں تقسیم فرمائیں، اہل دمشق میں سے ایک شخص کے حصے میں ایک چادر آئی لیکن وہ اسے پسند نہ آئی۔ اس نے جوش میں آ کر قسم کھالی کہ میں یہ چادر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماروں گا، پھر اپنی قسم پوری کرنے کیلئے روانہ ہوا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت مس پہنچ کر اپنی قسم کا سارا واقعہ ذکر کر دیا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنی قسم پوری کرلو لیکن میرے ساتھ ذرا نرمی کا معاملہ کرنا (اتنی زور سے چادر نہ مارنا کہ سر ہل کر رہ جائے)۔

(سیرت حضرت امیر معاویہ ج ۱ ص ۴۷۳)

واقعہ نمبر ۴۱: ﴿عشق رسالت﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے گورنر کو خط لکھا کہ تم فوراً اسے عزت واکرام کے ساتھ یہاں روانہ کرو، چنانچہ اسے عزت واکرام کے ساتھ لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کو انعامات اور خلعت سے نوازا۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۸۸)

واقعہ نمبر۴۲: حضرت عائشہؓ کی خدمت میں

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منکدر بن عبداللہ نامی ایک شخص سے وعدہ فرمایا کہ میں تمہیں دس ہزار روپے دوں گی، اتفاق سے اس وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا، اسی دن شام کے وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک خطیر رقم بھیجی جس میں سے دس ہزار روپے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت منکدر بن عبداللہ کو بلا کر ادا کر دیئے۔ (از سیر الصحابہ ج ۶ ص ۱۴۳)

فائدہ: نہ معلوم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال کیسے آیا؟

واقعہ نمبر۴۳: سر تسلیم خم ہے

ایک مرتبہ موسم سرما میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سریہ، مشہور صحابی حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ارض روم کیطرف روانہ کیا، جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو وہاں شدید سردی شروع ہوگئی جوان کیلئے ناقابل برداشت تھی، حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو واپس ہونے کا حکم دیا اور لشکر کے ساتھ واپس آ گئے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ بغیر اجازت کے لشکر کو لیکر واپس کیوں آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا (اور شدت کی اس سردی میں لوگوں کو وہیں روکے رکھنا رحم نہ تھا اس لئے میں واپس آ گیا) یہ سن کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جریر! یہ فرمان نبوت آپ نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس عذر کو قبول فرمایا۔

(از سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۷۱)

واقعہ نمبر۴۴: فقاہت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عنین (نامرد) کا

مسئلہ اور مقدمہ پیش ہوا، انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واقعہ کی ساری تفصیلات ذکر کر کے مسئلہ کا حل معلوم کیا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ ان کی فقاہت کی اہم ترین دلیل ہے، فرمایا۔

”بیت المال کی طرف سے ایک باندی خرید کر اس مرد کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرے، اس کے بعد اس باندی سے پوچھیں (تو پتہ چل جائے گا کہ آیا واقعی عنین ہے یا جان بوجھ کر بیوی کے حقوق ادا نہیں کر رہا)“

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور ایک باندی خرید کر ایک رات کو ان دونوں کیلئے تخلیہ کا موقع فراہم کر دیا، جب صبح ہوئی تو اس باندی سے ساری صورت حال پوچھی گئی، اس باندی نے جواب دیا کہ یہ میرے ساتھ کچھ نہیں کر سکا، یہ سن کر حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۰۷)

واقعہ نمبر ۴۵: محاسبہ کا خوف

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقرر شدہ گورنر فلسطین ابو راشد الازدی ان سے ملاقات کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود ہی ان سے محاسبہ کرنے لگے، محاسب کا انتظار بھی نہ کیا، یہ دیکھ کر ابو راشد الازدی رونے لگے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس محاسبے کیوجہ سے نہیں رو رہا بلکہ میں تو اس محاسبے کی وجہ سے رو رہا ہوں جو قیامت کے دن ہوگا، اس پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا محاسبہ کئے بغیر ہی انہیں چھوڑ دیا (کہ جب ایک آدمی کو خود ہی اتنا خوف ہے، وہ کیوں بے ایمانی، دغابازی اور جھوٹ فریب کا معاملہ کرے گا؟) (بحوالہ مذکورہ ص ۴۱۸)

واقعہ نمبر ۴۶: قصہ ایک قصہ گو کا

ابو عامر عبداللہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی

معیت میں فریضہ حج ادا کیا، جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو کسی نے بتایا کہ یہاں بنو مخزوم کا ایک قصہ گو غلام رہتا ہے جو لوگوں کو طرح طرح کے قصے سناتا ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور اس سے پوچھا کہ تجھے قصہ گوئی کی اجازت کسی نے دی ہے؟ اس نے کہا نہیں! سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا پھر تو بلا اجازت قصہ گوئی کیوں کرتا ہے؟ وہ کہنے لگا اللہ نے ہمیں علم دیا ہے، ہم اسے پھیلا رہے ہیں، یہ جواب سن کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں نے تجھے اس سے پہلے منع کیا ہوتا اور تو باز نہ آیا ہوتا تو میں تجھے سزا دیتا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۵۸)

واقعہ نمبر ۴۷: ﴿ایک فقہی مسئلہ﴾

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ شام کے علاقے میں ایک شخص ''الاحوص'' نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ ابھی وہ مطلقہ عورت طلاق کی عدت گزارتے ہوئے آخری مراحل میں تھی کہ ''احوص'' کا انتقال ہوگیا (اب دوسرے مسائل کی طرح وراثت کا مسئلہ بھی اٹھا) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ وراثت کا حل پوچھنے کیلئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ چونکہ مطلقہ عورت عدت کے تیسرے اور آخری مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ اس کی عدت مکمل ہوگئی، اور اب ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۵۹)

فائدہ: یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے جس کی تفصیلات کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمایا جائے۔

واقعہ نمبر ۴۸: ﴿دو خلیفہ، ایک مسئلہ﴾

سیدنا علی مرتضیٰ کے دور خلافت میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو ''خاص الفاظ'' کے ساتھ طلاق دیدی، لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، وہ آدمی یہ مسئلہ لیکر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ساری

صورت حال سن کر یہی فیصلہ دیا کہ اس پر اس کی بیوی حرام ہو چکی، حلالہ شرعیہ کے بغیر کسی صورت میں حلال نہیں ہو سکتی۔

جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو وہی شخص اپنا مسئلہ لیکر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسئلہ کا حل دریافت کیا، ساتھ ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا بھی ذکر کر دیا جو انہوں نے اس معاملے میں کیا تھا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑا پیارا اور خوبصورت جواب ارشاد فرمایا، آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا۔

"ہم کون ہوتے ہیں علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو رد کرنے والے؟" (بیہقی)

واقعہ نمبر ۴۹: سیدنا امیر معاویہؓ کے خلاف قاضی کا فیصلہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ میں کچھ آباد زمین تھی اور اس پر ان کا "النضیر" نامی ایک وکیل بھی متعین تھا، اس رقبے کے ساتھ ہی ملحقہ رقبہ اراضی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برادرزادے عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کی ملکیت تھی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وکیل اور عبدالرحمٰن بن زید کے درمیان اس رقبہ کے متعلق تنازعہ پیدا ہو گیا، وکیل نے کہا کہ زمین کا یہ حصہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے جبکہ عبدالرحمٰن بن زید نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو ہمارا حق ہے، اس تنازعہ کے بعد عبدالرحمٰن بن زید، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام چلے گئے اور وہاں جا کر واقعہ کی ساری تفصیلات ذکر کر دیں، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قاضی فضالہ بن عبید الانصاری اس معاملے میں جو فیصلہ فرما دیں، ہمیں وہ منظور ہے۔

چنانچہ فضالہ بن عبید کے سامنے یہ سارا معاملہ پیش کیا گیا، قاضی صاحب نے فریقین کے بیانات سن کر اور اچھے طریقے سے جانچ پرکھ کر اپنا فیصلہ سنا دیا جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا اور عبدالرحمٰن بن زید کے حق میں تھا لیکن سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی دلی خوشی سے قبول فرما لیا۔ (سیرت امیر معاویہ ج ا ص ۴۹۰)

واقعہ نمبر ۵۰: آزادشدہ لوگوں کے وظائف

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کیلئے تشریف لے گئے، مدینہ منورہ پہنچے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ملاقات کیلئے تشریف لائے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی ضرورت ہوتو بتائیے؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آزادشدہ لوگوں کے وظائف اور عطیات جاری کردیجئے کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے جب بھی آپ کے پاس کہیں سے کوئی چیز پہلی مرتبہ آتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے آزادشدہ لوگوں کو عطاء فرماتے تھے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس توجہ دلانے کونہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اوران کے وظائف جاری کردیئے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۹۳)

واقعہ نمبر ۵۱: زبانیں آزاد اور ضمیر کشادہ

مشہور تابعی عروہ کہتے ہیں کہ میں نے مروان بن الحکم سے ''جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں والئ مدینہ تھے'' منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ حضرات محترم! امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ لوگوں کے عطیات ووظائف کے متعلق حکم دیا ہے کہ انہیں پوراپورا ادا کیا جائے، کسی قسم کی کمی کوتاہی نہ کی جائے لیکن اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ بیت المال میں جو مقدار موجود ہے، وہ ناکافی ہےاوراس میں پورے ایک لاکھ روپے کم ہیں، اس سلسلے میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا ہے کہ جوں ہی یمن سے اموال صدقات کی وصولی ہوگی، فوراً آپ کی کمی پوری کردی جائیگی۔

اس پر لوگ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ ہم تو اموال صدقات میں سے ایک درہم بھی نہیں لیں گے کیا ہم دوسروں کا حق لے لیں؟ صدقات یمن تو یتیموں اور مسکینوں کا حق ہے، ہمارے وظائف جزیہ کی آمدن سے پورے کئے جاتے ہیں، براہ مہربانی آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھیں کہ وہ ہمارے بقیہ وظائف وہاں سے ارسال فرمائیں، مروان نے واقعے کی ساری تفصیلات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کولکھ بھیجیں،

انہوں نے ان کے دلائل کو تسلیم کر کے بقیہ وظائف شام سے بھجوا دیئے (بحوالہ مذکورہ ص ۴۹۴)

واقعہ نمبر ۵۲: ﴿وفاءٌ لا غدر﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ اور رومیوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے ہو گیا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ چونکہ جنگی حربوں اور تدابیر سے خوب واقف تھے، اس لئے مدت صلح کے دوران اپنی افواج کو روم کی سرحدوں پر جمع کرتے رہے، مقصد یہ تھا کہ معاہدہ کی مدت جیسے ہی ختم ہو گی فوراً ان پر حملہ کر دیا جائیگا، ان لوگوں کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ ہو گی کہ مسلمان اتنی جلدی ہم پر آ پڑیں گے، اس لئے فطری طور پر وہ اس اچانک حملے کیلئے تیار نہیں ہوں گے اور یوں ہمیں فتح ہو جائے گی۔

چنانچہ اس منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے صلح کی مدت جوں ہی پوری ہوئی، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے اپنی پوری قوت سے رومیوں پر حملہ کر دیا اور وہی ہوا کہ رومی اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لا سکے اور شکست خوردہ ہو کر پسپا ہونے لگے، اتنی دیر میں ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہٗ دوڑتے ہوئے اور کہنے لگے ''وفاء لا غدر'' ایک مسلمان وفاء کا پیکر ہوتا ہے، اس میں دھوکہ نہیں ہوتا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ ہم نے کوئی دھوکہ نہیں کیا، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو قوموں کے درمیان صلح کا معاہدہ ہو جائے تو اس معاہدہ کی مدت میں کوئی فریق بھی نہ تو عہد کھولے اور نہ باندھے یہاں تک کہ مدت پوری ہو جائے۔

مقصد یہ تھا کہ جنگ بندی کے دوران جس طرح حملہ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اس کی تیاری کرنا بھی اسی حدیث سے ممنوع ثابت ہوتا ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے جوں ہی حدیث مبارکہ سنی، فوراً فوجوں کو واپسی کا حکم دیدیا چنانچہ پورا لشکر واپس لوٹ گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ جتنا علاقہ فتح ہو چکا تھا وہ بھی خالی کر دیا گیا۔ (مشکوۃ ص ۳۴۷)

واقعہ نمبر ۵۳: امتحان کا انوکھا طریقہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ساری دولت ہماری دولت ہے اور سارا مال غنیمت ہمارا مال ہے، ہم جس کو چاہیں گے دیں گے اور جس کو چاہیں گے روک دیں گے، اس پر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، جب دوسرا جمعہ آیا تو انہوں نے پھر یہی بات دہرائی مگر کوئی نہ بولا، پھر جب تیسرا جمعہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی بات کہی، تو ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ہرگز نہیں! مال تو سارا ہمارا ہے، مال غنیمت بھی ہم سب کا ہے، جو شخص ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا، ہم اپنی تلوار کے ذریعے اس کا فیصلہ اللہ کے پاس لے جائیں گے۔

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے، اس شخص کو بلوا بھیجا، جب اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص مارا گیا، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دروازے کھول دیئے، لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ شخص ان کے ساتھ چارپائی (تخت) پر بیٹھا ہوا ہے، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو زندہ رکھے، اس نے مجھے زندہ کر دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد کچھ امراء ایسے آئیں گے جو (غلط) باتیں کہیں گے مگر ان کا جواب نہیں دیا جائیگا، ایسے لوگ آگ میں بندروں کی طرح داخل ہوں گے، میں نے (اپنا امتحان کرنے کیلئے) ایک بات کہی تھی، کسی نے اس کی تردید نہ کی تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میں ان امراء میں داخل نہ ہو جاؤں، تو میں نے دوبارہ وہی بات کہی، پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں انہی لوگوں میں سے ہوں، پھر میں نے تیسرے جمعہ میں وہی بات کہی تو یہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے میری تردید کی، اللہ اسے زندہ رکھے، اس نے مجھے زندہ کر دیا، اب مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے امراء کے زمرے سے نکال دے گا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو انعام دیا۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۸۰)

واقعہ نمبر ۵۴: احترام مسجد

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت چلتے چلے جا رہے تھے، تھوکنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو بے دھیانی سے مسجد میں تھوک دیا اور گھر چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد جب انہیں یاد آیا کہ وہ بے دھیانی سے مسجد میں تھوک آئے ہیں تو فوراً مسجد تشریف لائے اور روشنی کر کے اسے تلاش کیا اور اس پر مٹی ڈال کر اسے دبا دیا، (شرعی حکم بھی یہی ہے)۔

(سیرت حضرت امیر معاویہ ج ا ص ۴۹۶)

واقعہ نمبر ۵۵: سادگی کا یہ عالم

ابن عساکر نے جہاں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاقیات ذکر کیے ہیں، وہیں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یونس بن میسرہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا کہ اپنے خچر پر سوار تھے اور اپنے پیچھے اپنے خادم کو سوار کر رکھا تھا، اس وقت آپ نے ایک معمولی قمیص زیب بدن کر رکھی تھی اور اسی حالت میں آپ دمشق کے بازاروں میں چکر لگا رہے تھے، (بازار اور رعایا کے حالات معلوم کرنے کیلئے) (بحوالہ مذکورہ ص ۴۹۷)

واقعہ نمبر ۵۶: نماز جمعہ اور بقیہ سنتیں ونوافل

سائب نامی ایک شخص کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے مقصورہ (مخصوص چبوترہ) میں جمعہ کی نماز پڑھی، امام صاحب جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو میں اپنی ہی جگہ پر کھڑا ہو کر بقیہ سنتیں اور نوافل ادا کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے تو ایک آدمی کو بھیج کر مجھے بلوایا اور فرمانے لگے کہ آج تو تم نے ایسا کر لیا ہے، آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا، جب تم جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اگلی نماز (خواہ وہ سنت ہی ہو) پڑھنے سے پہلے کوئی بات چیت کر لیا کرو، یا اس جگہ سے ذرا ہٹ کر نماز پڑھا کرو کیونکہ نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہی حکم دیا تھا کہ ہم فرض نماز کو بعد والی نماز کے ساتھ ملا کر ادا نہ کریں حتیٰ کہ کوئی بات چیت کر لیں یا وہاں سے ہٹ

جائیں۔ (مسلم شریف:۲۰۴۲)

واقعہ نمبر ۵۷: نماز عصر کے بعد نوافل

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (غالباً مدینہ منورہ میں) عصر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد کچھ لوگ نوافل پڑھنے لگے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوکر جب واپس تشریف لائے تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کیلئے تشریف لائے، میں بھی ان کے ہمراہ حاضر ہوا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اوران سے پوچھا کہ نماز عصر کے بعد بعض لوگ جو نوافل پڑھ رہے تھے، ہم نے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اصل میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس نماز کا جواز نقل کرتے ہیں۔

تحقیق کامل کی خاطر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا، جب وہ تشریف لائے تو ان سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حوالہ دیا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کروایا تو ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نماز عصر کے بعد ہمارے گھر پڑھی تھی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نماز کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دراصل ظہر کے بعد والی سنتیں کسی مصروفیت کی وجہ سے میں پڑھ نہیں سکا تھا، یہ وہ دو رکعتیں تھیں۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۵۱)

فائدہ: چونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول بھی نہ تھا اور اس دن بھی کسی مجبوری کی وجہ سے نماز عصر کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں اس لئے اس مسئلے میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشکال یقیناً صحیح تھا اور فقہ حنفی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے مفتی بہا ہے۔

واقعہ نمبر ۵۸: عید اور جمعہ کا اجتماع

ایاس بن ابی رملہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا، ایک مرتبہ عید اور جمعہ ایک ہی دن میں اکٹھے ہو گئے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا حکم شرعی دریافت کرنے کیلئے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عہد نبوی میں بھی کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو گئے ہوں؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر یہ دونوں نمازیں کیسے ادا فرمائیں؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید ادا فرمائی، اس کے بعد باہر سے آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا جو شخص نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے رکنا چاہے وہ رک جائے اور ہمارے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر جائے اور جو پہلے جانا چاہے اسے بھی اجازت ہے۔ (سیرت حضرت امیر معاویہ ج ۱ ص ۵۰۷)

فائدہ: باہر سے آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مراد "مسافر صحابہ" تھے جو عید کی نماز میں شرکت کیلئے حاضر ہوئے تھے، ظاہر ہے کہ مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں اس لئے انہیں اختیار دیدیا اور مقامی و رہائشی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیز جو مسافر صحابہ وہاں رک گئے تھے ان سب نے نماز جمعہ بھی پڑھی تھی۔

واقعہ نمبر ۵۹: نماز استسقاء

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دمشق میں شدید قحط پڑا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز استسقاء اور طلب باراں کیلئے لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا، جب سب لوگ مقررہ جگہ پر جمع ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے، اتفاق کی بات ہے کہ اسی مجمع میں یزید بن اسود الجرشی نامی ایک بزرگ بھی موجود تھے جنہوں نے زمانہ جاہلیت بھی دیکھا، زمانہ اسلام بھی پایا، قبولیت اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے اور شام

میں سکونت پذیر ہوئے، نیک آدمی تھے، نیکی اور تقویٰ میں مشہور اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں آگے بلا کر اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور یوں دعا کی۔

''یا اللہ! ہم اپنے بہترین اور افضل ترین آدمی کے وسیلے سے آپ سے بارش کی دعاء مانگتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ سے یزید بن اسود الجرشی کے وسیلے سے نزول باران کی دعاء کرتے ہیں، ہمیں بارش سے سیراب فرما۔''

اس کے بعد یزید بن اسود سے درخواست کی کہ آپ بھی بارگاہ الٰہی میں ہاتھ بلند کر کے نزول باراں کی دعاء کیجئے چنانچہ انہوں نے بھی اپنے ہاتھ دعاء کیلئے اٹھائے اور لوگوں نے بھی، اور نزول بارانِ رحمت کیلئے دعا کی۔

اسی وقت مغرب کی طرف سے ڈھال کی شکل کا ایک بادل نمودار ہوا، ہوا چلنے لگی اور ابھی لوگ اپنے گھروں کو پہنچنے نہیں پائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔

(بحوالہ مذکورہ ص ۵۲۲)

واقعہ نمبر ۶۰: مستجاب الدعوات خلیفہ

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ کسی علاقے میں بارش کی بہت کمی ہوئی، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بہت سارے مسلمانوں کو لیکر ''الدم'' نامی جگہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر متاثرہ علاقے کیلئے نزول مطر و بارانِ رحمت کی دعا کی، ان کی دعا مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بارش شروع ہوگئی اور جگہ جگہ پانی کھڑا ہوگیا اور اتنی بارش ہوئی کہ ندیوں سے پانی نکل نکل کر بہنے لگا۔

(بحوالہ مذکورہ ص ۵۲۳)

واقعہ نمبر ۶۱: شہدائے احد کی زیارت

نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لیجاتے اور اہل قبور کو سلام کرتے ہوئے فرماتے۔

"سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول مبارک رہا۔

جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں حج کیلئے تشریف لائے اور مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو وہ بھی اتباع سنت کے جذبے سے شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی یہاں تشریف لاتے تھے تو اہل قبور کو سلام کرتے ہوئے بعض اوقات یہ بھی فرماتے تھے۔

"سلام علیکم بما صبرتم فنعم اجر العاملین"

(بحوالہ مذکورہ ص ۵۰۹)

واقعہ نمبر ۶۲: بصرہ میرے گھر میں ہے

ایک مرتبہ ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک مکان بنوا رہا ہوں، اس میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اس سلسلے میں آپ مجھے بارہ ہزار درخت عطا کر دیجئے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں گھر بنوا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا بصرہ میں! آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس کی لمبائی چوڑائی کتنی ہے؟ اس نے جواب دیا دو فرسخ لمبائی اور دو فرسخ ہی چوڑائی ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مزاحاً اس سے فرمایا۔

"لاتقل داری بالبصرة ولکن قل البصرة فی داری"

"یہ مت کہہ کہ میرا گھر بصرہ میں ہے بلکہ یوں کہہ کہ بصرہ میرے گھر میں ہے۔" (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۹۵)

واقعہ نمبر ۶۳: پہلے والدین کی خدمت میں

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی کچھ مشاورت کے سلسلے میں شام سے حج کیلئے روانہ ہوئے، جب وہاں پہنچ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کب آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی ابھی سیدھا آپ ہی کے پاس آیا ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے اپنے والدین خصوصاً اپنی والدہ ہند رضی اللہ عنہا ''جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرلیا تھا'' سے ملاقات کر کے آئیں۔

چنانچہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہاں سے سیدھے اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حال احوال کی خیریت دریافت و معلوم ہونے کے بعد حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا بیٹا! تمہیں امیر المؤمنین کے ذریعے ترقی ملی ہے اس لئے ہمیشہ ان کی پسند کا خیال رکھو اور ناپسندیدہ امور سے اجتناب کرو (ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کی پسند اور ناپسند کا معیار سوائے دین وشریعت کے اور کوئی چیز نہ تھی اس لئے مطلب یہ تھا کہ دین وشریعت کی مکمل پیروی ہی ترقی کا ذریعہ ہے) والدہ سے ملاقات کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ''جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا'' کے پاس بھی حاضر ہوئے۔ (سیرت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۶۳)

واقعہ نمبر ۶۴: خصوصی مشاورت

مشہور مؤرخ ابن شبہ نے ''تاریخ مدینہ منورہ'' میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نوعمر تھے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان سے فرمایا کہ آپ ہم سے ملنے کیلئے نہیں آتے، کیا بات ہے؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں ایک دن آپ کے پاس ملاقات کے سلسلے میں آیا تھا لیکن آپ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلوت میں گفتگو کر رہے تھے اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ سے

ملاقات کرنا چاہتے تھےلیکن انہیں اجازت نہیں ملی اور وہ واپس چلے گئے ،انہیں واپس جاتے دیکھ کر میں بھی واپس چلا گیا ،سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار آپ ہیں ۔(بحوالہ مذکورہ ص ۱۶۴)

فائدہ: مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہمیت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کا منہ بولتا ثبوت۔

واقعہ نمبر ۶۵: حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نصیحت

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا کہ مجھے کوئی مختصر سی نصیحت لکھ کر بھیج دیجئے جو بہت زیادہ طویل نہ ہوتا کہ یاد رکھنا آسان رہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں انہیں یہ نصیحت لکھ بھیجی۔

''سلام علیک، اما بعد! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی رضا حاصل کر لے، اللہ تعالٰی لوگوں کیطرف سے اس کی کفایت فرمالیں گےلیکن جو آدمی اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا جوئی میں لگا رہتا ہے اللہ اسے لوگوں ہی کے حوالے کر دیتا ہے''۔والسلام علیک (ترمذی شریف:۲۴۱۴)

واقعہ نمبر ۶۶: قناۃِ معاویہ رضی اللہ عنہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ایک نہر علاقائی ضرورتوں کی وجہ سے جاری کی گئی ،اس نہر کو''قناۃ معاویہ رضی اللہ عنہ'' کہا جاتا تھا، جب اس نہر کا گزر شہدائے احد کی قبور مقدسہ کے قریب سے ہوا، تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارکنوں کیطرف سے اعلان کیا گیا کہ جن لوگوں کے اقرباء یہاں مدفون ہیں، وہ انہیں یہاں سے نکال کر دوسرے مقام پر منتقل کر لیں۔

یہ اعلان سن کر لوگوں نے اپنے اپنے اقرباء کی قبروں کو جب کھولا تو چالیس برس کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود شہداء کرام رضی اللہ عنہم کے اجسام مبارکہ ایسے تروتازہ محسوس ہو رہے تھے گویا کل ہی انہیں دفن کیا گیا ہو، اس دوران سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک سے کوئی چیز ٹکرائی تو اس سے خون بھی ظاہر ہوا۔ (سیرت حضرت امیر معاویہ ج ۱ ص ۴۴۴)

واقعہ نمبر ۶۷: دار الندوہ، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قریش کا جو مشہور "دار الندوہ" تھا، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم یا چالیس ہزار دینار کے عوض "کہ یہ ان کی ملکیت میں تھا" فروخت کر دیا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے قریش کی عزت وشوکت کی جگہ کو فروخت کر دیا؟

حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا عزت اور شرافت کے پرانے معیار اب ختم ہو چکے ہیں، اب تو عزت وشرافت کا مدار صرف تقوی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اور اس سے حاصل ہونے والی ساری رقم راہ خدا میں صرف کر دی، یوں دار الندوہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں آ گیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۸۶)

واقعہ نمبر ۶۸: ضرورت کا خیال

حضرت حویطب بن عبد العزی ایک مشہور صحابی ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام کے چتر شاہی میں اپنے آپ کو محفوظ کیا، مکہ مکرمہ میں ان کی ایک حویلی تھی، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ حویلی چالیس ہزار دینار میں خرید لی، لوگوں نے کہا کہ اس حویلی کی یہ قیمت تو بہت زیادہ ہے (اتنی قیمت اس کی بنتی نہیں، یہ تو اس سے بھی کم میں بکتی) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا پتہ چلا تو فرمایا حویطب رضی اللہ عنہ کا کنبہ پانچ افراد پر مشتمل ہے ان سب کی ضروریات کے پیش نظر یہ رقم کچھ زیادہ نہیں ہے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۸۷)

واقعہ نمبر ۶۹: سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ کے پاس تقسیم کیلئے نقدی موجود تھی، مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ کے بارے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ مکہ مکرمہ گئے ہوئے ہیں، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ وہ ساری نقدی لیکر مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔

وہاں پہنچ کر جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہٗ سے ملاقات ہوئی تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ فرمانے لگے ابومحمد! (حضرت حسن رضی اللہ عنہٗ کی کنیت) میں مدینہ منورہ آیا تھا، کچھ نقدی بھی موجود تھی، میں اسے تقسیم کرنا چاہتا تھا لیکن جب پتہ چلا کہ آپ مکہ مکرمہ آئے ہوئے ہیں تو وہ سب کچھ میں یہاں لے آیا ہوں، آپ اسے جہاں مناسب سمجھیں، خرچ کریں، سیدنا حسن رضی اللہ عنہٗ نے جواب میں فرمایا امیر المومنین! اللہ آپ کی قرابت داری میں مزید صلہ رحمی پیدا فرمائے اور آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے (پھر آپ نے وہ سارا مال و دولت راہ خدا میں خرچ کردیا)۔

(بحوالہ مذکورہ ص ۵۵۶)

واقعہ نمبر ۷۰: حضرت عقیلؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہٗ، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں تشریف لائے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا، خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم کا گراں قدر عطیہ پیش کیا جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۳۱)

واقعہ نمبر ۷۱: امر خلافت قریش میں رہے گا

محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریش کا ایک وفد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو پتہ چلا کہ کسی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ عنقریب قبیلہ قحطان کا ملک پر قبضہ ہو جائیگا (اور قریش کی خلافت ختم ہو جائیگی) یہ سن کر سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ ایسی روایات بیان کر رہے ہیں جن کا کتاب وسنت سے کوئی تعلق نہیں، ایسے لوگ جاہل ہیں، اس لئے ایسی آرزوؤں سے اپنے آپ کو بچائیں جو لوگوں کو گمراہ کر دیتی ہیں، کیونکہ میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ امر خلافت قریش ہی میں رہے گا جب تک کہ وہ دین پر قائم رہیں گے اور اس مسئلہ میں جو بھی ان سے ہاتھا پائی کرے گا اللہ اسے منہ کے بل گرا دیں گے۔ (مسند احمد: ج۴ص۹۴)

واقعہ نمبر ۷۲: ﴿ہمیشہ اچھے الفاظ میں تذکرہ کرو﴾

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ ایک مشہور انصاری صحابی ہیں، بڑے متقی اور پرہیز گار تھے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حمص کی ولایت پر یہی مامور تھے، سیاسی مصلحتوں اور تقاضوں کی وجہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ واپس بلا لیا اور ان کی جگہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقرر کر دیا۔

لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایک نوعمر لڑکے کو گورنر بنا دیا؟ جب حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بات پتہ چلی تو انہوں نے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا معاویہ کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا کرو اس لئے کہ میں نے خود نبی مکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کے حق میں ہدایت کی دعائیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ترمذی شریف: ۳۸۴۳)

واقعہ نمبر ۷۳: ﴿قرآن کریم کی خرید وفروخت کا مسئلہ﴾

ایک مرتبہ عمران بن حدیر نے ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ سے "بیع مصحف" کا مسئلہ دریافت کیا (کہ قرآن کریم لکھ کر اسے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟) ابو مجلز نے جواب دیا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں "مصحف" کی خرید وفروخت ہوتی رہی ہے، اس لئے جائز ہے، عمران نے پوچھا کہ اس کا مطلب ہے کہ میں بھی قرآن کریم کی کتابت کر کے اپنی

روزی کما سکتا ہوں؟ ابومجلز نے جواب دیا کہ اپنے ہاتھ کو جس مرضی کام میں استعمال کرو (اس میں استعمال کرو تو بہت اچھی بات ہے) (سیرت حضرت امیر معاویہ ج ۱ ص ۶۲۷)

واقعہ نمبر ۷۴: ﴿دار القضاء﴾

سہلہ بنت عاصم کا کہنا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ایک حویلی تھی جسے ''دارالقضاء'' کہا جاتا ہے، اصل میں یہ وہی حویلی تھی جہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نامزد کردہ چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق تین دن رات تک مشورہ ہوتا رہا کہ ان میں سے کس کو ''امیر المؤمنین'' منتخب کیا جائے؟

چنانچہ انتخاب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا آخری اور حتمی فیصلہ اسی مکان میں ہوا تھا، بعد میں یہ مکان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس تاریخی جگہ کو خرید کر اسے سرکاری دفاتر اور بیت المال کے سلسلے میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۴۴)

واقعہ نمبر ۷۵: ﴿مت کھڑے ہوا کرو﴾

حضرت ابومجلز سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی مجمع میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں جو لوگ موجود تھے، وہ احتراماً آپ کیلئے کھڑے ہو گئے مگر آپ نے اس کو بھی ناپسند کیا اور فرمایا ایسا مت کیا کرو کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے واسطے کھڑے ہوا کریں، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۹۲)

واقعہ نمبر ۷۶: ﴿معاویہؓ کی برائی مت کرو﴾

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی گئی تو

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''دعونا من ذم فتى قريش، من يضحك في الغضب، ولاينال ماعنده الا على الرضا، ولا يوخذ مافوق راسه الامن تحت قدميه''

''قریش کے اس جوان کی برائی مت کرو جو غصہ کے وقت ہنستا ہے (یعنی انتہائی بردبار ہے) اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی رضا مندی کے حاصل نہیں کیا جا سکتا اور اس کے سر پر کی چیز کو حاصل کرنا چاہو تو اس کے قدموں پر جھکنا پڑے گا (یعنی انتہائی غیور اور شجاع ہے)'' (بحوالہ مذکورہ ص ۲۶۴)

واقعہ نمبر ۷۷: سیدنا امیر معاویہؓ کی اطاعت شعاری

علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ایک سبز رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو کھڑے ہوئے اور درہ لیکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور مارنے لگے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پکارتے رہے اللہ! اللہ! اے امیر المؤمنین! آپ کیوں مارتے ہیں؟ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے آپ نے اس جوان (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو کیوں مارا؟ حالانکہ ان جیسا آپ کی قوم میں ایک نہیں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اس شخص میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہ پایا اور اس کے متعلق مجھے صرف بھلائی کی ہی خبر ملی ہے لیکن میں نے چاہا کہ اسے اتاروں اور یہ کہہ کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لباس کی طرف اشارہ کیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۲۶۵)

فائدہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت شعاری کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا؟

واقعہ نمبر ۷۸: شرائط تحریر فرما دیجئے

علامہ ابن خلدون نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کا ارادہ کیا تو ایک سفید کاغذ منگوایا اور اس کے آخر میں اپنی مہر لگائی اور کاغذ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ فرما کر کہلا بھیجا کہ یہ سفید کاغذ آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور اس کے آخر میں، میں نے اپنی مہر لگا دی ہے، آپ جو چاہیں شرطیں تحریر فرما دیں، مجھے منظور ہے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کچھ شرطیں لکھدیں اور اس طرح ۴۱ھ میں آپ کے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہوگئی اور تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ مقرر کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اس سال کو تاریخ عرب میں ''عام الجماعۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۲۷۶)

واقعہ نمبر ۷۹: سب سے زیادہ حلیم الطبع

محمد بن سیرین (مشہور امام فن تعبیر) فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ حوصلہ مند اور سب سے زیادہ حلیم الطبع ہیں، حاضرین مجلس نے پوچھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت بہتر اور افضل ہیں لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ حلیم ہیں۔ (سیرت حضرت امیر معاویہ ج ا ص ۴۷۰)

واقعہ نمبر ۸۰: انصاف پسند امیر المؤمنین

دمشق میں نصاریٰ کا ایک کنیسہ ''یوحنا'' تھا جو مسجد سے ملحق تھا، اس کے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کا مسجد کے ساتھ الحاق کر کے اسے بھی مسجد میں شامل کر دیا جائے، نصرانیوں نے اس اقدام کو ناپسند کیا اور الحاق کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی پس وپیش کے اپنا حکم واپس لے لیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۸۷)

واقعہ نمبر ۸۱: ﴿ٹیکس نہیں بڑھایا جائیگا﴾

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک گورنر وردان مولی عمرو کی طرف حکمنامہ ارسال کیا کہ قبطی قوم کے ہر فرد پر ایک قیراط خراج کا اضافہ کر دیں، وردان نے جواب میں لکھا کہ ان کے ساتھ کئے جانے والے معاہدہ میں یہ بات درج ہے کہ ان پر ٹیکس نہیں بڑھایا جائیگا (اب جو حکم فرمائیں) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ جواب پڑھا فوراً اپنا حکم واپس لے لیا اور اس کے عذر کو صحیح تسلیم کر لیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۸۷)

واقعہ نمبر ۸۲: ﴿وظیفہ جاری کیا جائے﴾

قتادہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مروان نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے فرزند کا وظیفہ اس وجہ سے روک لیا کہ اس نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق مخالفانہ رو... استعمال کیا تھا، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمان شاہی میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مروان کو لکھا تم نے یہ تو یاد رکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں اس کے والد صاحب کا عمل کیا تھا اور اس لئے تم نے اس کا وظیفہ روک ل... لیکن تم اس بات کو بھول گئے کہ ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سبقت کرنے والے تھے، اس لئے گزشتہ تمام وظیفے انہیں لوٹاؤ، ان کا اکرام کرو، ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۴۹۲)

واقعہ نمبر ۸۳: ﴿قصّہ اور سیدنا امیر معاویہؓ﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے، وہاں پہنچ کر پتہ چلا ک... یہاں کی خواتین بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح اپنے بالوں میں دوسرے بال ملا کر انہیں ل... کر لیتی ہیں، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک مستقل وعظ ارشاد فرمایا اور منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمانے لگے اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں گئے؟ اور اپنے پاس سے بالوں ...

ایک مصنوعی گچھا نکال کر اہل مجلس کو دکھاتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ممانعت کرتے ہوئے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں جب یہ کام کرنے لگیں تو وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ (ترمذی شریف: ۲۷۸۱)

واقعہ نمبر ۸۴: بدعہدی کا بدلہ بدعہدی نہیں

ایک مرتبہ اہل روم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کر لی کہ ہم آپ کو اتنا ٹیکس ادا کریں گے لیکن سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے کچھ آدمی بھی بطور رہن کے رکھ لئے اور انہیں ''بعلبک'' شہر میں ٹھہرا دیا۔

معاہدہ کے کچھ ہی عرصے بعد رومیوں نے نقض عہد کرتے ہوئے اداء اموال سے روگردانی اختیار کی، اس معاملہ کی اطلاع جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان رومیوں کو جو آپ کی تحویل میں تھے ''انہیں قتل کرنے کی بجائے'' رہا کر دیا اور فرمایا بدعہدی کے بدلے میں بدعہدی کرنے کی بجائے وفا کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ج ا ص ۵۱۹)

واقعہ نمبر ۸۵: قبولیت دعاء کا ایک دلچسپ موقع

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ شرح سیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے فریق مقابل میں سے ایک شخص نے ایک موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کی حالانکہ اس شخص کی طرف سے مسلمانوں کو بہت مصیبت اور اذیت پہنچی تھی، اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص کو اپنی ذات کے متعلق امان طلب کرنے سے غافل کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس شخص نے امان طلب کرتے وقت اپنے اہل خانہ اور پوری قوم کیلئے امان طلب کر لی لیکن اپنے لئے امان مانگنا بھول گیا، اس بناء پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی قوم و اہل خانہ کو تو امان دیدی لیکن چونکہ وہ خود اس امان میں داخل نہ تھا اور بڑا مفسد بھی تھا اس لئے اسے قتل کر دیا گیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۲۴)

واقعہ نمبر ۸۶: ﴿سب سے زیادہ اچھی گفتگو کرنے والے﴾

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ اچھی گفتگو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کرتے ہیں، جن کے متعلق ہم چاہتے ہیں کہ وہ گفتگو کرتے رہیں اور درمیان میں خاموش نہ ہوں، پھر فرمایا کہ میں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زبان سے سوائے ایک مرتبہ کے کبھی کوئی فحش کلمہ نہیں سنا۔

وہ اس طرح کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عثمان کے درمیان زمین کے ایک ٹکڑے میں اختلاف پیدا ہو گیا، اس معاملے میں جھگڑا ختم کرنے کیلئے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک تجویز پیش کی لیکن عمرو بن عثمان کو وہ تجویز پسند نہیں آئی، اس موقع پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ''اس کی ناک خاک آلودہ ہو'' بس یہی وہ فحش کلمہ ہے جس کے سوا میں نے ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۳۴)

فائدہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نزاکت مزاج اپنی جگہ تاہم اس سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مرتبے میں کمی کی بجائے اضافہ ہی مقصود و مطلوب ہے کہ ان کی پوری زندگی میں یہ جملہ بھی ''جس کی اہل عرب کے یہاں عام گفتگو میں کوئی حیثیت ہی نہیں'' صرف ایک مرتبہ سنا گیا۔

واقعہ نمبر ۸۷: ﴿سیدنا معاویہؓ سائل، سیدنا حسنؓ مجیب﴾

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف فرما تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ''مروت'' کا مفہوم و مطلب پوچھا، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا دین، اصلاح معاش اور لوگوں سے مخالفت کی صورت میں اچھا سلوک کرنے کی انسانی سمجھ بوجھ کا نام ''مروت'' ہے۔

پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ''نجدہ'' (بہادری) کا صحیح مفہوم کیا

ہے؟ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ظلم کی مدافعت کرنا اور طبعی طور پر ناپسندیدہ چیزوں کا اقدام کرنا اصل بہادری ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تیسرا سوال یہ کیا کہ ''جود وسخاوت'' کسے کہتے ہیں؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا فضیلت کے ساتھ احسان مانگنے سے پہلے ہی بخشش اور مشکل کی گھڑیوں میں کھانا کھلانا اصل سخاوت ہے، یہ تمام جوابات سن کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۳۴)

واقعہ نمبر ۸۸: ایک پہلوان سے مقابلہ

ایک مرتبہ رومیوں کی طرف سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زور آزمائی کیلئے ایک پہلوان آیا جو اپنے زور بازو کا اظہار کرنا چاہتا تھا، اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ بھی موجود تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، محمد بن حنفیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اپنے مقصد سے آگاہ کیا، انہوں نے جواب دیا کہ میں مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں اور اس کی صورت یہ ہے کہ آپ اس پہلوان سے کہئے کہ اگر یہ چاہے تو بیٹھ جائے اور مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دے، یا میں اسے کھڑا کر دوں گا یا یہ مجھے بٹھا لے گا اور اگر یہ چاہے تو کھڑا ہو جائے اور میں بیٹھ جاؤں (یہ مجھے کھڑا کر کے دکھادے)

رومی پہلوان نے پہلی صورت کو پسند کیا اور بیٹھ گیا، سیدنا محمد بن حنفیہ نے اسے پکڑ کر بآسانی کھڑا کر دیا لیکن وہ انہیں بٹھانے سے عاجز رہا اور یوں محمد بن حنفیہ یہ مقابلہ جیت گئے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۴۷)

واقعہ نمبر ۸۹: تین لاکھ درہم

مؤرخ البلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا

حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے، باہمی احوال پر گفتگو ہوئی، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ اے برادر زادے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ پر کچھ دین (قرض) ہے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ واقعۃً میں مقروض ہوں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ کتنی مقدار ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا ایک لاکھ درہم۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا میں نے آپ کیلئے تین لاکھ درہم کی ادائیگی کا حکم دیدیا ہے، جس میں سے ایک لاکھ درہم آپ کے قرض کی ادائیگی کیلئے ہیں، ایک لاکھ درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کیلئے اور ایک لاکھ درہم خاص آپ کی ذات کیلئے ہیں، انہیں قبول فرمالیجئے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے شکریہ کے ساتھ انہیں قبول کرلیا۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۵۳)

واقعہ نمبر ۹۰: مختصر سا ہدیہ قبول فرمالیں

ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایک عیال دار درویش آدمی ہوں، آپ مجھے آج کا کھانا عنایت فرمادیجئے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ دیر ٹھہر جاؤ، ہمارا وظیفہ آنے والا ہے، وہ آجائے تو آپ کو دیدیں گے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں "جن میں سے ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔" قاصد نے لاکر خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت فرمارہے تھے یہ مختصر سی مقدار ہے، اسے آپ اپنے استعمال میں لے آئیے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں قبول فرماکر اس وقت وہ پانچوں تھیلیاں اسی سائل کو دیدیں اور اس سے معذرت بھی کی۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۵۵۹)

واقعہ نمبر ۹۱: حضرت معاویہؓ کی گستاخی سے بچیں

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ابتداء میں محمد بن

الفضل، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بدگوئی اور عیب جوئی کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے منہ سے لمبے لمبے بال نکل کر پاؤں تک لٹک رہے ہیں اور وہ ان بالوں کو اپنے پاؤں میں روندتے ہیں اور زبان سے خون جاری ہے جس سے ان کو سخت اذیت اور تکلیف ہوتی ہے چنانچہ جب محمد بن الفضل نے اپنے اس خواب کی معبر سے تعبیر پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کی بدگوئی اور طعن کرتے ہیں، اس فعل سے بچیئے اور اجتناب کیجئے۔ (بحوالہ مذکورہ ج۲ ص ۳۳۱)

واقعہ نمبر ۹۲: سیدنا امیر معاویہؓ اور ابلیس

ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے، اچانک کہیں سے ایک آدمی نے آکر انہیں بیدار کیا کہ حضرت! نماز کا وقت ہوگیا ہے، نماز پڑھ لیجئے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول کر جب ایک اجنبی آدمی کو اپنے سامنے دیکھا تو حیران ہوئے کہ یہ میری خواب گاہ میں کیسے آگیا؟ اس سے پوچھا کہ پہلے یہ بتا تو ہے کون؟ جو میری خواب گاہ میں اس طرح گھس آیا؟

اس نے پہلے تو جواب دینے میں پس و پیش کیا لیکن جب دیکھا کہ اس کے بغیر جان نہیں چھوٹے گی تو اسے بتانا ہی پڑا کہ میرا نام "ابلیس" ہے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تیرا کام تو عبادت سے غافل کرنا ہے، متوجہ کرنا نہیں پھر تو مجھے کیوں بیدار کر رہا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ گزشتہ کل آپ کی نماز رہ گئی تھی اور اس پر آپ نے خوب آہ وزاری کی تھی جو اللہ کو بہت پسند آئی اور آپ کے درجات میں کافی بلندی ہوئی، میں نہیں چاہتا تھا کہ آج بھی آپ کی نماز رہ جائے اور آپ اسی طرح آہ وزاری کر کے دوبارہ بلند درجات حاصل کرلیں اس لئے میں نے آپ کو آکر جگا دیا۔ (بحوالہ مذکورہ ج۱ ص ۶۴۳)

واقعہ نمبر ۹۳: قیصر روم کو ایک تہدیدی خط

جس زمانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک

''اجتہادی اختلاف'' چل رہا تھا اور سبائی سازشوں نے اسے ''فسادی اختلاف'' بنا دیا تھا، اسے دیکھ کر قیصر روم کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے اس سے فائدہ اٹھا کر شام کے سرحدی علاقوں پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع مل گئی، آپ نے اسے ایک خط بھجوایا اور اس میں لکھا۔

''مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ تم سرحد پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہو، یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے صلح کر لوں گا، اور ان کا جو لشکر تم سے لڑنے کیلئے روانہ ہوگا، اس کے ہر اول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا کر رکھ دوں گا۔''

جب یہ خط قیصر روم کے پاس پہنچا تو وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا اور لشکر کشی سے رک گیا۔ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۷)

واقعہ نمبر ۹۴: المصحف

ایک مرتبہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا تو امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔

'اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے کو پالیتے تو تمہیں پتہ چل جاتا، لوگوں نے پوچھا ان کے حلم اور بردباری کا؟ فرمایا نہیں! بلکہ ان کے عدل وانصاف کا۔''

آپ کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے حضرت امام اعمش آپ کو ''المصحف'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ (بحوالہ مذکورہ ص ۲۸۱)

واقعہ نمبر ۹۵: ایک خواب کا واقعہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقدمہ پیش ہوا حق تعالیٰ کے سامنے، جب فیصلہ ہوا تو آپ باہر تشریف

لائے، پوچھا گیا کہ کیا معاملہ ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قضی لی ورب الکعبہ'' یعنی میرے موافق فیصلہ ہوا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے، ان سے پوچھا گیا، فرمایا ''غفرلی ورب الکعبہ'' یعنی حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ (شان صحابہ ص ۱۴۸)

واقعہ نمبر ۹۶: ﴿صورت وسیرت﴾

حضرت مسلم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے، مؤرخین کے مطابق آپ کا قد بلند وبالا اور رنگ گورا سفید تھا، نیز آپ ڈاڑھی میں خضاب بھی لگایا کرتے تھے۔

(سیر الصحابہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق)

معمولات یومیہ

مشہور مؤرخ مسعودی نے آپ کے دن بھر کے اوقات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے، واقعات کے درمیان یہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

''آپ فجر کی نماز ادا کر کے زیر سلطنت ممالک سے آئی ہوئی رپورٹیں سنتے، پھر قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، اور تلاوت کے بعد گھر تشریف لیجاتے اور وہاں ضروری احکامات جاری کرتے، پھر نماز اشراق ادا کر کے باہر تشریف لاتے اور خاص خاص لوگوں کو طلب فرماتے اور ان کے ساتھ دن بھر کے ضروری امور کے متعلق مشورہ کرتے، اس کے بعد ناشتہ لایا جاتا جو رات کے بچے ہوئے کھانے میں سے ہوتا، پھر آپ کافی دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہتے اور اس کے بعد گھر تشریف لیجاتے، تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لاتے اور مسجد میں مقصورہ سے کمر لگا کر کرسی پر بیٹھ جاتے، اس وقت میں عام مسلمان ''جن میں کمزور، دیہاتی بچے، عورتیں سب شامل ہوتے'' آپ کے پاس آتے اور اپنی ضرورتیں تکلیفیں بیان کرتے تھے، آپ ان سب کی دل دہی کرتے، ضرورتیں پوری فرماتے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرتے تھے۔

جب تمام لوگ اپنی حاجتیں بیان کر لیتے اور آپ ان کے متعلق احکام جاری فرما

دیتے اور کوئی باقی نہ بچتا تو آپ اندر تشریف لیجاتے اور وہاں خاص خاص لوگوں، معززین اور اشراف قوم سے ملاقات فرماتے، آپ ان سے کہتے۔

''حضرات! آپ کو اشراف قوم اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کو اس مجلس خصوصی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے، لہٰذا آپ کا فرض ہے کہ جو لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں، ان کی ضرورتیں بیان کریں۔''

وہ ضرورتیں بیان کرتے اور آپ ان کو پورا فرماتے، پھر دوپہر کا کھانا لایا جاتا اور اس وقت کاتب بھی حاضر ہوتا، وہ آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا اور باریاب ہونے والوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتا اور جو کچھ وہ اپنی مشکلات اور معروضات تحریر کر کے لاتے آپ کو پڑھ کر سناتا رہتا، آپ کھانا کھاتے جاتے اور احکام لکھواتے جاتے تھے اور ہر باریاب ہونے والا شخص جب تک حاضر رہتا، کھانے میں شریک رہتا، پھر آپ گھر تشریف لے جاتے اور ظہر کی نماز کے وقت تشریف لاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد خاص مجلس ہوتی جس میں وزراء سے ملکی امور کے متعلق مشورہ ہوتا اور احکامات جاری ہوتے، یہ مجلس عصر تک جاری رہتی، آپ رضی اللہ عنہ عصر کی نماز ادا کرتے اور پھر عشاء کے وقت تک مختلف امور میں مشغول رہتے، عشاء کی نماز کے بعد امراء سے امور سلطنت پر گفتگو ہوتی، یہ گفتگو ختم ہوتی تو علمی مباحث چھڑ جاتے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا۔'' (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۲۸۴)

واقعہ نمبر ۹۷: ﴿آخری خطبہ﴾

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا بات ہے آپ پر بڑھاپا بہت جلدی آ گیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کیوں نہ آئے؟ جب اپنے سر پر ایک اکھڑ جاہل ادمی کو کھڑا پاتا ہوں جو مجھ پر قسم قسم کے اعتراضات کرتا ہے، اگر اس کے اعتراضات کا ٹھیک ٹھیک جواب دیدیتا ہوں تو تعریف کا کہیں سوال نہیں اور اگر جواب دینے میں مجھ سے ذرا سی چوک ہو جائے تو وہ بات چہار عالم میں پھیلادی جاتی ہے۔

بہر حال! آپ بیمار ہوئے اور آپ نے اپنی زندگی کا جو آخری خطبہ دیا، علاوہ

دوسری باتوں کے اس میں یہ بھی فرمایا،

لوگو! میں اس کھیتی کی طرح ہوں جس کے کٹنے کا وقت قریب آ چکا ہے، میں تمہارا امیر تھا، یادرکھو! میرے بعد مجھ سے بہتر کوئی امیر نہیں آئیگا جیسا کہ مجھ سے پہلے ہونے والے امیر مجھ سے بہتر تھے، (مجھے ان سے بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں) اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتے ہیں۔''

پھر فرمایا اے اللہ! میں تجھ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہوں، تو مجھ سے ملاقات کرنے کو پسند اور بہتر فرما۔ (سیر الصحابہ، سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، تاریخی حقائق)

واقعہ نمبر ۹۸: وفات حسرت آیات

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور فرمایا بیٹا! ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاءِ حاجت کیلئے تشریف لے گئے، میں وضو کا پانی لیکر پیچھے گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کروایا، اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے جسم مبارک پر پڑے ہوئے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا عنایت کیا، وہ میں نے حفاظت سے رکھ لیا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بال اور ناخن مبارک کاٹے تو میں نے انہیں بھی جمع کر لیا تھا۔

اب تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کپڑے کو تو میرے کفن میں شامل کرنا، اس طرح کہ وہ کپڑا میرے جسم کے ساتھ لگا رہے، اور ان مبارک ناخنوں کو میری آنکھوں، منہ اور سجدے کی جگہوں پر رکھ دینا اور پھر مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔ (بحوالہ مذکورہ)

واقعہ نمبر ۹۹: وصیت سیدنا امیر معاویہ

ایک مرتبہ مرض الوفات میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ کو وصیت

کرتے ہوئے فرمایا خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہنا کیونکہ خدا اپنے سے ڈرنے والوں کو ہمیشہ مصائب سے محفوظ رکھتا ہے اور جو آدمی خدا سے نہیں ڈرتا، پھر اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا، اس وصیت کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میرا جتنا مال ہے، اس میں سے آدھا مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ (سیر الصحابہ ج ۶ ص ۷۹)

واقعہ نمبر ۱۰۰: ﴿قبر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ﴾

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ کامل میں نقل کیا ہے کہ ایک دن عبدالملک بن مروان آپ کی قبر کے قریب سے گزرے تو کھڑے ہو گئے، اور کافی دیر تک کھڑے رہے اور دعائے خیر کرتے رہے، ایک آدمی نے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ عبدالملک بن مروان نے جواب دیا۔

"قبر رجل كان والله فيما علمته ينطق عن علم، و يسكت عن حلم، اذا اعطى اغنى، و اذا حارب افنى، ثم عجل له الدهر ما اخره لغيره ممن بعده، هذا قبر ابى عبدالرحمٰن معاوية"

"یہ اس شخص کی قبر ہے کہ جو بولتا تھا تو علم و تدبر سے، اور سکوت کرتا تھا تو حلم و وقار سے، جسے دیتا اسے غنی کر دیتا تھا، مخالفین سے جنگ ہوتی تو فناء کر دیتا تھا اور زمانے کی ان پر مہربانیاں بھی بہت تھیں، یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔"

(حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق بتغییر ص ۲۹۷)



دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

ملتان	کراچی	راولپنڈی
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	**اسلام آباد**
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	**پشاور**
ڈیرہ غازی خان	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	**کوئٹہ**	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
بہاول پور	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	**سرگودھا**	**سیالکوٹ**
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
سکھر	**گوجرانوالہ**	**اکوڑہ خٹک**
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
حیدر آباد	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدر آباد	**راولپنڈی**	**فیصل آباد**
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدر آباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدر آباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدر آباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
کراچی	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد


بیت العلوم
Bait-ul-Uloom